اگست
2020ء

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥

حج
اور عیدالاضحیٰ کے بعد
14راگست کو
یومِ آزادی
مبارک

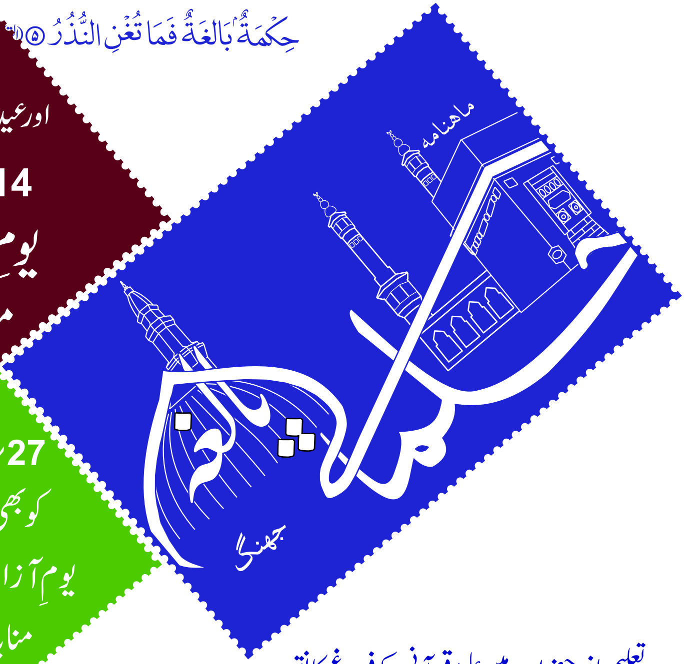

27ررمضان
کو بھی ہر سال
یومِ آزادیٔ پاکستان
منایا جائے

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 14 | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القران) | ذوالحجہ : 1441ھ

شمارہ : 08 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر) | اگست : 2020ء

ISSN : 2305-6231

ماهنامه

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- حافظ مختار احمد گوندل
- انجینئر عبداللہ اسماعیل
- محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور: ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 800روپے	معمول کا شمارہ 50روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ35200

047-7630861-0336-6775861

Web site:
www.hikmatbaalgha.com
www.hamditabligh.net

Email: hikmatbaalgha@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَ هَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

عنوان	نمبر	مصنف	صفحہ
قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		5
حرفِ آرزو	3	انجینئر مختار فاروقی	6
یہ دورفتنۂ دجال کا دور ہے (1)	4	انجینئر مختار فاروقی	19
تصویر اِک فتنۂ عالمگیر (5)	5	احسن عزیز شہید	31
عذاب یافتہ قومیں، فرعونوں کے اہرام اور.......	6	انجینئر مختار فاروقی	35
قائداعظم اور علامہ اقبال کے خوابوں کی تعبیر......	7	محمد منظور انور	51
ہم سب کرپٹ ہیں	8	ڈاکٹر محمد عارف احسان	58
تبصرہ وتعارف کتب	9		61

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

(02)	اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ	آیات
سورۃ البقرۃ	بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	108-104

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا

اے اہل ایمان! (گفتگو کے وقت اللہ کے پیغمبر سے) 'رَاعِنَا' نہ کہا کرو★

وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا

'اُنْظُرْنَا' کہہ دیا کرو اور سنا کرو

وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۰۴﴾

اور کافروں کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِیْنَ

جو لوگ کافر ہیں خواہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکوں میں سے،

★ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے دوران مخاطب کو یہ کہنے کی ضرورت پڑتی کہ ''ذرا ٹھہریے، ہمیں بات سمجھ لینے دیجیے'' تو یہود اس موقع پر 'رَاعِنَا' کا لفظ بولتے تھے۔ یہ ایک ذومعنی لفظ تھا جس کا ایک معنی ہے کہ 'ہماری رعایت کیجیے' اور یہ لفظ گالی یا تحقیر کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو ایسے ذومعنی لفظ کے استعمال سے روک دیا گیا اور اُنْظُرْنَا کا لفظ استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی جس کا معنی ہے: ہم پر نظرِ شفقت کیجیے۔ گویا جس لفظ کے بولنے میں خواہ نادانستہ طور پر ہی کسی گستاخی کا احتمال ہو وہ لفظ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نہیں بولنا چاہیے۔

وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے

اَنۡ یُّنَزَّلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ

کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے خیر و برکت نازل ہو

وَ اللّٰہُ یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ

اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے

وَ اللّٰہُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۱۰۵﴾

اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِہَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡہَاۤ اَوۡ مِثۡلِہَا

ہم جس (ابتدائی حکم والی) کسی آیت کی جگہ نئی آیت (کے ساتھ نیا حکم) لاتے ہیں یا (ابتدائی حکم والی) کسی آیت کا تذکرہ کیے بغیر نئی آیت (حکم) لاتے ہیں تو وہ اس سے بہتر یا اس جیسی ہی ہوتی ہے

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۰۶﴾

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر بات پر قادر ہے

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ

تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے

وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ ﴿۱۰۷﴾

اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں

اَمۡ تُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَکُمۡ کَمَا سُئِلَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس طرح کے سوال کرو جس طرح کے سوال پہلے موسیٰ (علیہ السلام) سے کیے گئے تھے

وَمَنۡ یَّتَبَدَّلِ الۡکُفۡرَ بِالۡاِیۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ ﴿۱۰۸﴾

اور جس شخص نے ایمان (چھوڑ کر اس کے) بدلے کفر لیا وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیۡم

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ الدَّجَّالَ،

قیامت سے پہلے دجال آئے گا

وبَیْنَ یَدَیِ الدَّجَّالِ کَذَّابُوْنَ ثَلاَثُوْنَ أَوْ أَکْثَرُ

اور دجال سے پہلے تیس 30 یا اس سے زیادہ کذّاب (دھوکے باز) آئیں گے

قُلْنَا: مَا آیَتُھُمْ؟

ہم نے عرض کی: ان کی نشانی کیا ہے؟

قال: أَنْ یَأْتُوکُمْ بِسُنَّۃٍ لَمْ تکُونُوْا عَلَیْھَا،

فرمایا: وہ ایسا طریقۂ زندگی (LIFE STYLE) لائیں گے جس پر تم نہیں ہوگے

یُغَیِّرُوْنَ بِھَا سُنَّتَکُمْ و دِینَکُمْ،

وہ اس کے ذریعے تمہارے طریقۂ زندگی اور دین کو بدلیں گے

فَاِذَا رَأَیْتُمُوھُمْ فَاجْتَنِبُوھُمْ وعَادُوْھُمْ

لہٰذا جب تم ان کو دیکھو تو ان سے دُور ہو جاؤ اور ان سے عداوت رکھو

(المعجم للطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات

؎ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

علامہ اقبال، پاکستان اور پاکستان کے مسائل کا حل

انجینئر مختار فاروقی

1

ع عصر حاضر خاصۂ اقبال گشت ★

علامہ اقبال کو مُجوّز و مفکرِ پاکستان کہا جاتا تھا، کہا جاتا ہے اور رہتی دنیا تک ان سے یہ لقب کوئی چھین نہیں سکتا۔ علامہ اقبال ایسی شہرۂ آفاق شخصیت نہیں تھی کہ ان کو ادبی و علمی حلقوں میں یاد رکھنے کے لیے اور شہرت و ناموری کے لیے پاکستان کی ضرورت ہو۔ پاکستان میں علامہ اقبال کی نسبت سے 21/اپریل اور 9/نومبر کی تعطیلات پر خطِ تنسیخ پھیر دیا گیا ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو یہ عمل ایک پاکستان دشمن، اقبال دشمن اور اسلام دشمن عمل تھا۔ جیسے حرمتِ سود کے بارے میں حدیث میں وارد ہے کہ اس کا لینے والا، دینے والا، لکھنے والا، گواہ بننے والا سب درجہ بدرجہ اس گناہ کے مجرم ہیں، اسی طرح علامہ اقبال اور فکرِ اقبال کو پاکستان سے علیحدہ کرنے والا، اس کی تجویز دینے والا، اس حکمنامے کا ڈرافٹ تیار کرنے والا، اس کا ٹائپ کرنے والا، اسے DESPATCH کرنے والا اس قضیئے پر خاموش رہنے والا سب کے سب درجہ بدرجہ اس گھناؤنے اور متعدی قسم کے جرم میں شریک ہیں کچھ اس کی سزا پا رہے ہیں کچھ پا چکے ہیں اور کچھ کی باری جلد یا بدیر آ جائے گی۔ اس

★ علامہ محمد اقبال کے بارے میں ایرانی شاعر ملک الشعراء بہار کا مصرعہ

جرم کی سزا صرف ایک شخص کو نہیں ہوگی بلکہ اس کی موجودہ و آئندہ نسلیں بھی اس سزا کی عبرتنا کی یا حسرت کی تصویر بنی رہیں گی۔

جیسے اوپر مذکور ہے علامہ اقبال کو پاکستان کی ضرورت نہیں کہ اس ملک کے دیہاتی سکولوں کے طلبہ جو 9 نومبر اور 21 اپریل کو جمع ہوکر علامہ اقبال کی یاد میں جلسہ کرلیں یا اس پر (UNO کے عالمی سطح پر منانے والے دنوں میں سے دن کی طرح) کوئی سیمینار ریلی اخباری اشاعت کے لیے فوٹو چھاپے جائیں یا کسی اخلاق باختہ (مغنیہ) فلم سٹار کی سریلی آواز میں کلامِ اقبال ریڈیو/ٹی وی سے نشر ہو جائے کہ اہلیانِ پاکستان سمجھیں کہ انہوں نے اقبال کے احسان کا حساب بے باق کردیا ہے بلکہ یہ پاکستان، جنوبی ایشیا کے مسلمانوں اور عالم اسلام کی خوش قسمتی تھی کہ علامہ اقبال جیسے عبقری شخص کا فکر (اور vision) انہیں نصیب ہوا، قائداعظم محمد علی جناح جیسا رہنما ملا کہ معجزانہ طور پر صیہونی استعمار کے چنگل سے آزادی ملی۔

◐ اس بات کے برملا اظہار میں کوئی باک نہیں کہ علامہ اقبال کے علاوہ بھی 1910ء سے 1947ء تک بے شمار مسلم زعماء نے ہم وطن مسلمانوں اور اسلام کی سربلندی کے لیے سوچا اور زندگیاں لگادیں مگر ؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کے مصداق، جو سعادت علامہ اقبال کے حصہ میں فاطر ازلی نے مقدر کردی تھی وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آئی کہ انہوں نے 1907ء میں مغرب سے واپسی کے بعد 'اسرارِ خودی' اور 'رموزَ بے خودی' جیسی کتابیں لکھ کر اسلام کا ابدی پیغام مغرب کے محاورہ میں ان کے سامنے پیش کیا جسے ان کے استاد پروفیسر نکلسن نے 1920ء میں ان کی کتابوں کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرکے مغرب میں عام کردیا۔ 1911ء میں شکوہ، 1912ء میں شمع و شاعر، 1913ء میں جوابِ شکوہ جیسی نظمیں تخلیق کردیں۔ 1923ء میں طلوعِ اسلام اور 1929ء میں خطباتِ مدراس قوم کے سامنے پیش کردیے۔ 30 دسمبر 1930ء میں اِلٰہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ جلسے کی صدارت کرتے ہوئے برطانوی استعمار کے جنوبی ایشیا سے مراجعت کا ممکنہ راستہ بتادیا۔ پہلا راستہ یہ تھا کہ برطانوی منحوس استعمار جب جنوبی ایشیا میں وارد ہوا تھا تو مسلمانوں کی حکومت تھی جو 1857ء

میں انگریز نے سازشوں سے ختم کر کے اقتدار پر قبضہ کرلیا اب انگریز واپس جائے تو یہ مکمل اقتدار مسلمانوں کو دے کر جائے۔ یہ عالمی صہیونی استعمار کے کارپردازوں کے سارے منصوبے پر پانی پھیرنے والی بات تھی۔ دوسری امکانی صورت یہ تھی کہ انگریز یہ اقتدار ہندو اکثریت کو دے کر چلا جائے۔ یہ مسلمانوں کو منظور نہیں تھا اور انگریز حالیہ 1920ء-1924ء کی ملک گیر تحریک بحالی ٔخلافت عثمانیہ کے جوش و جذبہ اور مسلمانوں کے تیور دیکھ چکا تھا۔ تیسری ممکنہ صورت یہ تھی ملک میں مسلم اکثریت کے صوبے مسلمانوں کے حوالے کیے جائیں جہاں مسلمان اپنے ماضی، اجتماعی ضمیر اور دین کے مطابق حکومت بنا سکیں اور ہندو اکثریت کے صوبے ہندو کو دے دیے جائیں اور دونوں کی مسلم اور ہندو آبادی کا تبادلہ کر دیا جائے۔ بالآخر اسی تیسری ممکنہ قابل عمل صورت پر عمل ہوا اور 1947ء میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ علامہ اقبال کے الفاظ یہ تھے:

"I WOULD LIKE TO SEE THE PUNJAB. THE NORTH-WEST FRONTIER PROVINCE, SINDH AND BALUCHISTAN AMALGAMATED INTO A SINGLE STATE. SELF-GOVERNMENT WITHIN THE BRITISH EMPIRE OR WITHOUT THE BRITISH EMPIRE, THE FORMATION OF A CONSOLIDATED NORTH WEST-INDIAN MUSLIM STATE APPEARS TO ME TO BE THE FINAL DESTINY OF THE MUSLIMS, AT LEAST OF NORTH-WEST INDIA."

''میں پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو متحد ہو کر ایک واحد ریاست کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں، جس کی اپنی حکومت ہو خواہ سلطنتِ برطانیہ کے تحت یا اس سے الگ اور مجھے نظر آرہا ہے کہ یہ متحدہ شمال مغربی مسلم ریاست کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے تقدیر مبرم ہے۔''

"I THEREFORE DEMAND THE FORMATION OF A CONSOLIDATED MUSLIM STATE IN THE BEST INTERESTS OF INDIA AND ISLAM."

''لہٰذا میں ہندوستان اور اسلام کے بہترین مفاد میں ایک الگ مسلم ریاست کے بنانے کا مطالبہ کرتا ہوں۔''

"FOR ISLAM (IT WILL BE) AN OPPORTUNITY TO RID

ITSELF OF THE STAMP THAT ARABIAN IMPERIALISM WAS FORCED TO GIVE IT, TO MOBILIZE ITS LAWS, ITS EDUCATION, ITS CULTURE AND TO BRING THEM INTO CLOSER CONTACT WITH ITS OWN ORIGINAL SPIRIT AND WITH THE SPIRIT OF THE MODERN TIMES."

''اسلام کے لیے یہ ایک موقع ہوگا کہ عرب ملوکیت کے تحت اس پر جو پردے پڑ گئے تھے ان سے چھٹکارا حاصل کر سکے اور اپنے قوانین، تعلیمات اور ثقافت کو اپنی اصل روح کے ساتھ روحِ عصر سے ہم آہنگ کر سکے۔''

علامہ اقبال کے اس خطاب کو مقامی پریس نے جگہ دی اور ہوتے ہوتے چند دل بعد 4 جنوری 1931ء کو یہ خبر شہ سرخیوں کے ساتھ برطانوی پریس کی زینت بنی۔ انہیں دنوں میں وہاں پہلی گول میز کانفرس ہو رہی تھی جس میں ہندو، مسلم اور برطانوی زعماء سر جوڑ کر بیٹھے تھے کہ مقامی باشندوں میں آزادی بطور خیرات کیسے بانٹی جائے؟ اس وقت کا برطانوی پریس اور وزیراعظم کی تقریر گواہ ہے کہ برطانوی ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ مولانا محمد علی جوہر اس کانفرنس میں شریک تھے مگر سخت بیمار تھے انہوں نے تقریر کی تھی کہ میں آزادی لینے آیا ہوں یا آزادی دو یا مجھے یہیں آزاد ملک میں 'قبر' کی جگہ دو، میں غلام ملک میں جا کر مرنا نہیں چاہتا۔ مشیت خداوندی کہ 4 جنوری کو ان کا انتقال ہوگیا جس پر ہنگامہ دو آتشہ ہو گیا۔ ہندو پریس نے مقامی طور پر پہلے مذاق اڑایا مگر جلدی انہیں بھی اندازہ ہوگیا کہ تجویز جاندار ہے اس سے جان چھڑانا آسان نہیں ہے۔

2

علامہ اقبال اور طبقۂ علمائے پاکستان

علامہ اقبال کے فکر اور VISION کی آفاقیت، اسلام کے مستقبل اور احادیث نبویہ ﷺ کی پیش گوئیوں پر محیط تھی لہٰذا اس فکر میں فطری طور پر اپنے آپ کو منوا لینے کی طاقت پوشیدہ تھی اور مستقبل میں اسلام کے عالمی غلبے کا ہیولیٰ اور جھلک موجود تھی اس لیے اس تجویز کے بارے میں ''قبولیت از درِ حق بہر استقبال می آید'' کی سرمدی شان پیدا ہوگئی۔

☆ یہ سوال اہل علم اور اہل نظر علماء کے دل میں تو جگہ نہیں پا سکتا کہ ان کے علم میں کتب احادیث کے باب الفتن کی احادیث مستحضر ہوتی ہیں کہ علامہ اقبال کی قیامِ پاکستان کے سلسلے میں اتنی پذیرائی اور اہمیت کیوں ہے مگر صف دوم اور صف سوم کے علماء حق اور عوام کے ذہن میں خیال آ سکتا ہے اور سوال کیا جا سکتا ہے کہ ایک شاعر اور مغربی تعلیم یافتہ شخص کو اتنا مقام کیوں دیا جانا چاہیے؟ علماء کے ہاں اس سوال کی اس لیے بھی اہمیت نہیں ہے کہ سیرت نبوی میں کئی مواقع ہیں کہ عشرہ مبشرہ اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں کسی عام صحابی کو کوئی اعزاز دے دیا گیا۔ یہ ساری مثالیں اہل علم و اہل نظر کی نگاہ میں ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں بطور اشارہ پیش خدمت ہیں:

1۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واقعہ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ: اهْجُ الْمُشْرِكِينَ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ مَعَكَ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ لِحَسَّانَ: أَجِبْ عَنِّي، اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (متفق عليه، عن البراء)

''نبی اکرم ﷺ نے بنوقریظہ کے واقعہ کے دن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تو مشرکین کی ہجو بیان کر، بے شک جبرائیل تیرے ساتھ ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ، حضرت حسان سے فرما رہے تھے: تو ان کو میری طرف سے جواب دے۔ اے اللہ! اس کو روح القدس کے ذریعے تقویت دے''۔

اس موقع پر تمام اجل صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں حضرت حسان بن ثابتؓ کا بطور خاص انتخاب ـــــ موقع کی مناسبت سے باصلاحیت شخص کا انتخاب آپ ﷺ کی مردم شناسی کی روشن دلیل ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس طرح حضرت حسان بن ثابت کے سامنے آنے اور مخالفین کے اعتراضات اور سوالات کا جواب دینے سے کیا عشرہ مبشرہ اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان کم ہو گئی یا انہوں نے اس کو کسر شان سمجھا۔ نہیں ہرگز نہیں۔

2۔ اسی طرح حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَخَذَ سَيْفًا يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ: مَنْ يَأْخُذُ مِنِّي هٰذَا؟ فَبَسَطُوا أَيْدِيَهُمْ، كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ يَقُولُ: أَنَا، أَنَا، قَالَ:

فَمَنْ يَأْخُذُهُ بِحَقِّهِ؟ قَالَ فَأَحْجَمَ الْقَوْمُ۔ فَقَالَ سِمَاكُ بْنُ خَرَشَةَ أَبُودُجَانَةَ: أَنَا آخُذُهُ بِحَقِّهِ۔ قَالَ: فَأَخَذَهُ فَفَلَقَ بِهِ هَامَ الْمُشْرِكِينَ

اُحد کے دن نبی اکرم ﷺ نے ایک تلوار ہاتھ میں لی اور فرمایا: کون مجھ سے یہ لے گا؟ ہر ایک نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ میں لوں گا، میں لوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون اس کو اس کے حق کے ساتھ لے گا؟ لوگ پیچھے ہو گئے۔ پھر سماک بن خرشہ ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لوں گا۔ پھر انھوں نے یہ تلوار لی اور اس کے ذریعے مشرکین کی کھوپڑیاں پھاڑ دیں۔

3۔ اسی طرح لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روانگی کا واقعہ ہے

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ بَعْثًا وَ أَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، فَطَعَنَ النَّاسُ فِي إِمَارَتِهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ، وَايْمُ اللّٰهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ (بخاری، عن ابن عمرؓ)

''رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ (کرنے کا فیصلہ) فرمایا جس پر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ کچھ لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج تم اسامہ کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو اس سے پہلے تم نے اس کے والد (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کی امارت پر بھی اعتراض کیا تھا۔ اللہ کی قسم! وہ امارت کے قابل تھا، اور وہ مجھے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھا، اور یہ (اُسامہ) اس کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے''۔

کتب احادیث میں ایسی مثالیں ہیں اور علماء ربانییّن جانتے ہیں کہ اس طرح کا انتخاب وقتی طور پر صاحب امر کرتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا ــــــ بیسویں صدی میں علامہ اقبال سامنے آئے اور اپنا فرض ادا کرنے کے معاملے میں بھی کسی عالم دین کی کوئی 'ہتک عزت' یا 'توہین' کا معاملہ نہیں ہے بلکہ صلاحیتوں، جذبوں، اُمنگوں اور دلیرانہ فیصلوں کے لیے صحیح آدمی کا سامنے

لانا ہے۔قرآن مجید میں اس کی مثال موجود ہے سورۃ بقرہ کے رکوع 33 میں ہے کہ ایک قوم نے وقت کے پیغمبر سے مطالبہ کیا کہ جہاد کے لیے کسی مناسب آدمی کے تقرر کیا جائے۔اللہ نے اپنے پیغمبر (سیموئیل علیہ السلام) کے ذریعے ’طالوت‘ کا تقرر کر دیا۔قوم کے باحیثیت لیڈر شپ کے متوقع امیدواروں نے اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی کہ اس شخص کو قیادت و نمائندگی کا حق کیسے ہوسکتا ہے اس کے پاس مال و دولت نہیں ہے۔پیغمبر وقت نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کو جنگی تکنیکی علم اور جسمانی قوت دی ہے جو جنگ کے لیے زیادہ کام دیتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سپہ سالار کی کامیابی کی نشانیاں بتائیں جو یکے بعد دیگرے سب کی سب پوری ہوگئیں۔

◐ کسی موقع پر کسی غیر متوقع آدمی کے سامنے آنے اور ان کی کامیابی پر فطری طبعی ردّعمل آئے بھی تو اب پون صدی بعد تو اس شدت میں کمی آنی چاہیے اور اہل فکر علمائے کرام صوفیائے عظام اور باعمل مسلمانوں کو مل کر علامہ اقبال کے وژن اور طریقے کے مطابق کام کو آگے بڑھانے کا عزمِ کرنا چاہیے۔ان کا فرمایا ہوا حرف ـــــ حرفِ آخر نہیں، نیک نیتی سے عمل کریں، تجربات سے فائدہ اٹھائیں کہیں بہت بڑا خلا یا گھپلا یا دین کے مجموعی مزاج کے خلاف بات نظر آئے تو مشورے سے اس خلا کو پر کریں۔ ملک پاکستان میں اسلام کے عملی نفاذ کی کامیابی یقینی ہے راستہ صرف فکرِ اقبال اور حکمت اقبال ہے۔آزمائش شرط ہے۔علماء کو اس ضمن میں اپنے اختلافات بھلا کر اس کا کام کا ’بیڑا‘ اُٹھانا چاہیے اور مسلمانانِ جنوبی ایشیا کے نقیب ’مسلمانانِ پاکستان‘ کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے عصر حاضر میں پاکستان کو ایک اسلامی عوامی جمہوری فلاحی ریاست بنانے کا کام کرنا چاہیے۔ یہ انہی کو زیب دیتا ہے اور انہیں کی ذمہ داری ہے عوام و خواص انہی کی طرف نظریں اُٹھائے دیکھ رہے ہیں اور انہیں سے کسی فوری اقدام کے منتظر ہیں۔

3

قتل دجّال اور بنی اسرائیل کے خاتمے کے بعد پاکستان کی عالمی اہمیّت کیوں؟

ذیل میں ہم حکمت بالغہ کی ایک گزشتہ خصوصی اشاعت سے یہ مباحث قدرے

اضافوں کے ساتھ نقل کر رہے ہیں تاکہ قارئین کرام تاریخ کے عالمی بہاؤ اور عصر حاضر کے تقاضوں کو ذہن میں رکھ سکیں۔ ان صفحات کے مطالعے سے علامہ اقبال کے فکر کی حقانیت، صحت اور موزونیت کا اندازہ ہو جائے گا نیز آنے والے وقت میں اسلام کی عالمگیر حکومت بننے کے لیے پاکستان 'بنیاد کا پتھر' (FOUNDATION STONE) کا کام دے گا، یہ نکتہ بھی واضح ہو جائے گا۔

جنوبی ایشیا میں علامہ اقبال کے انقلابی فکر سے بیدار ہونے والی قوم نے صرف 3.2 بلین سیکنڈ (سو سال) میں تین مغربی عالمی صہیونی استعماری سپر طاقتوں کو زوال سے دوچار کر دیا

- جنوبی ایشیا میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے عالمی تجارتی مافیا نے دھوکے، معاہدات کی خلاف ورزی اور سازشوں سے مغلیہ سلطنت کو زوال سے دوچار کر دیا۔ 1857ء میں جنگ آزادی کی کوششوں کو بھی ناکام بنا دیا اور برعظیم براہِ راست تاجِ برطانیہ کی حکومت کے حوالے کر دیا۔ بیسویں صدی کے اوائل میں برطانوی حکومت (UK) اتنی وسیع تھی کہ اس کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، کہیں نہ کہیں دن رہتا تھا۔ اسی لئے برطانیہ میں وزارتِ خارجہ (FOREIGN OFFI CE) 24 گھنٹے کام کرتا تھا۔
- جنوبی ایشیا کے مسلمان اسی منحوس مغربی استعمار کے شکنجے میں نسلوں سے غلام ابن غلام کی زندگی گذار رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ علامہ اقبال جیسا نابغہ انسان اس محکوم قوم میں پیدا کر دیا جس نے اپنی بے مثال بصیرت اور ولولہ انگیز شاعری سے سوئی ہوئی مسلم قوم کو جگایا اور مغربی استعمار کے مدمقابل کھڑا کر دیا۔ بقول علامہ اقبال 'ممولے کو شہباز سے لڑا دیا'۔
- یہ بات برطانوی فارن آفس بھی تسلیم کرتا ہے کہ علامہ اقبال کی شاعری نے مسلمانوں کو وہ لازوال جذبہ دیا جو ان کی آزادی کا باعث بن گیا۔
- غیر منظّم مسلمان قوم کو 'سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را' کا مصداق بنانے کے لیے 1930ء میں خطبہ الہ آباد میں دو قومی نظریہ کا تذکرہ کیا اور پھر 1934ء میں مسلمانوں کی قیادت کے لیے قائداعظم محمد علی جناح جیسا رہنما ڈھونڈ نکالا۔ 1940ء میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی اور مختلف نشیب و فراز سے گزر کر جنوبی ایشیا میں 25% قوم (جس کا ایک بڑا حصہ بوجوہ قیام پاکستان

کا مخالف اور کانگریس کے ساتھ تھا) کے ایک حصے کو ساتھ لے کر چلنے والے رہنما نے 14 اگست 1947ء (بمطابق 27 رمضان 1366ھ) کو عالمی نقشے میں ریاست پاکستان کا اضافہ کر دیا اور برطانیہ (جس کی قلمرو میں 40 سال پہلے سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور جس نے عالمی سطح پر سازشیں کر کے پہلی جنگ عظیم (1914ء سے 1918ء) کے بعد ترکی میں عظیم سلطنت عثمانیہ ختم کر کے کئی چھوٹے چھوٹے ملکوں میں لسانی اور جغرافیائی بنیادوں پر تقسیم کر دیا اور مسلمانوں کے اجتماعی نظام ــــ نظامِ خلافت کی بساط لپیٹ کر اپنے نمائندے اور ایجنٹ کے ذریعے 1924ء میں اسلامی قانون خلافت کا خاتمہ کر دیا) کے ظالم اور فرعونی منحوس استعمار کو گھر کا راستہ دکھا دیا۔

یہی نہیں 1990ء میں USSR کو تحلیل کرانے میں بنیادی کردار ادا کیا اور 2001ء کے 9/11 کے واقعہ کے بعد افغانستان پر چڑھ دوڑنے والے امریکی استعمار کو ایک عشرے میں ناکامی سے دوچار کر دیا اور وہ اس ملک کے مخدوش حالات سے 2018ء تک نہیں نکل سکا۔ قدرت نے اس بدقسمت عالمی طاقت کو نہتے مسلمانوں (جنوبی ایشیا کے مسلمان، افغانستان اسی مغربی ایشیا کا حصہ تھا اور ہے۔ مغلوں کی حکمرانی برما سے لے کر افغانستان تک تھی) سے عبرتناک شکست دلوائی۔ یہ کارنامہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی نمائندہ تحریک شہیدین ★، دارالعلوم دیوبند اور پاکستان کے عوام کے مذہبی جذبات کا عکاس ثابت ہوا۔

◐ کہا جاسکتا ہے کہ علامہ اقبال کے بصیرت افروز کلام اور قائداعظم کی بے مثال قیادت کے سبب جنوبی ایشیا کے اجتماعی ضمیر نے صرف 3.2 ارب سیکنڈ (سو سال) میں تین مغربی عالمی صہیونی استعماری سپر طاقتوں کو نہ صرف زوال سے دوچار کر دیا بلکہ دو طاقتیں UK اور USSR کا تو اب نام بھی باقی نہیں رہا۔ جبکہ امریکہ بہادر (USA) اپنے تین درجن اتحادی طاقتوں کے ساتھ نہ صرف شکست فاش سے دوچار ہوا بلکہ افغانستان سے باعزت واپسی کا راستہ بھی کئی سالوں سے مخدوش ہے۔ ان شاء اللہ یہ طاقت بھی جلد USA کے نام سے دنیا کے نقشے سے غائب ہو جائے گی۔

★ یاد رہے کہ تحریک شہیدین 1831ء کابل سے پشاور تک اور آج کے KPK اور کشمیر تک لڑی گئی تھی۔

4

عصرِ حاضر میں اسلامی فلاحی ریاست کے دو 'رول ماڈلز' (ROLE MODELS) کے بعد جدید اسلامی جمہوری عوامی فلاحی ریاست (حقیقی قرآنی تعلیمات کا مشترکہ پاکستانی رول ماڈل) ــــــ وقت کی پکار ہے

اجتماعی انسانی ضمیر کا خواب ہے ــــ کہ ایک فلاحی ریاست ایسی ہو جس میں:-

- رنگ و نسل کی تمیز نہ ہو
- بلالحاظ مذہب وملت کفالتِ عامہ کا تصور ہو
- عدلِ اجتماعی کا اہتمام ہو
- معاشرت، معیشت اور سیاست ــــ خلافت کے ماڈل کے عین مطابق درویشی کا رنگ لئے ہوئے ہو۔ سود اور غیر حاضر زمینداری کا خاتمہ ہو۔
- جسد کے علاوہ روحانی سطح پر بھی ضروریاتِ انسانی کی تسکین کا مکمل سامان ہو۔

اس خواب کی تعبیر کے طور بیسویں صدی میں مسلمانوں نے دو رول ماڈل (ROLE MODLE) عالمی سطح پر پیش کیے ہیں:

(I) سعودی عرب میں آلِ سعود کی حکمرانی اور طرزِ حکمرانی

(II) طالبانِ افغانستان کی حکمرانی اور طرزِ حکمرانی

(I) سعودی ماڈل ــــ اسلامی فلاحی ریاست

1۔ سعودی عرب میں آل سعود اور آل حضرت محمد بن عبدالوہاب کے اشتراک سے بننے والی حکومت کا رول ماڈل 1926ء میں سامنے آیا اور اگلے پچیس سالوں میں اس نے پھیل کر پورے سعودی عرب کو اپنی قلمرو میں لے لیا بلکہ حرمین شریفین بھی اسی کے انتظام میں آ گئے۔

- دنیا اس ماڈل کو دیکھ رہی ہے، اجتماعی انسانی ضمیر بھی اس حکومت کا تجربہ کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کروڑوں لوگوں کو اس سلطنت سے حج اور عمرے کے ذریعے یا معاشی سطح پر کاروبار اور ملازمت کے ذریعے متعارف و روشناس کرایا ہے اور بے شمار لوگوں کے اس معاشرے کے ذاتی تجربے آنکھوں کے سامنے ہیں۔

- انفرادی سطح پر امن و امان، اشیائے صرف کی فراہمی اور حج و عمرہ کے موقع پر 4-3 ملین افراد کے اجتماع پر اچھے انتظام کی وجہ سے بالعموم ناخوشگوار واقعات نہ ہونا، ایک مثبت پہلو ہے مزید براں انفرادی سطح پر اسٹریٹ جرائم بھی بہت کم ہیں۔

2۔ سعودی عرب کی ہمہ خوبیوں اور ترقی کے سفر کے باوجود عصر حاضر میں انسانیت بادشاہت کا تصور قبول کر نہیں سکتی۔ بادشاہت اور خاندانی حکومت دورِ جدید میں نمونے کی حکومت (IDEAL) شمار نہیں ہو سکتی۔ خلافت و ملوکیت کے مصنف نے تو 'کوئی بھی تنقید' سے بالاتر نہیں کہہ کر ایک طرف دورِ خلفائے راشدین پر تنقید کر دی، مگر دوسری طرف سعودی حکمرانوں کے ساتھ دوستی نبھائی اور شیر وشکر ہو گئے، شاید ان کے معیارات کے مطابق مثالی نہیں تو یہ خاندانی بادشاہت قابل رشک ضرور ہو گی۔

آلِ سعود کی حکومت ابھی جاری ہے۔ مستقبل کا مؤرّخ ہی طے کرے گا کہ ان کا دور حکومت اسلامی معیارات اور اسلامی فلاحی ریاست کے تقاضوں کو کس حد تک پورا کر رہی تھی۔

یہ بات یقینی ہے کہ اب مستقبل میں امام ابن تیمیہ اور امام محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات کی عکاس شاید کوئی تنی بڑی حکومت قائم نہ ہو سکے (واللہ اعلم)۔ اس نقطۂ نظر کے حاملین کو اللہ تعالیٰ نے وسائل رزق کی فراوانی عطا فرمائی اور امن وسکون بخشا۔ اس کا نتیجہ اسلام، مسلمان، عوام اور انسانیت کی بہبود اور کفالت عامہ، معاشی عدلِ اجتماعی، مساوات اور اللہ کی حاکمیّت (نہ کہ کسی فردِ واحد یا خاندان کی حکومت اور کلی اقتدار) کے نقطۂ نظر سے کیا نکلا؟ وہ کل کا مؤرخ ضرور لکھے گا۔

3۔ درویشی کی حکومت کا خواب تو اس کی حکومت کے دور میں چکنا چور ہو ہی چکا ہے۔ اس بارے میں میزانیہ نفع ونقصان مستقبل کی بات ہے۔ آنے والا مؤرخ ہی حقائق سے پردہ اُٹھائے گا۔

(II) طالبانِ افغان ماڈل ___ اسلامی فلاحی ریاست

1۔ اللہ تعالیٰ نے 1996ء سے 2001ء تک افغانستان میں ایک طویل اور صبر آزما

جدوجہد کے بعد افغان طالبان کو افغانستان میں اپنے دعووں کے مطابق ایک ریاست قائم کرنے کا موقع دیا اور انہوں نے جنوبی ایشیا میں علماء کی جدوجہد آزادی، تحریک جہاد و تحریک شہیدین کے وارثوں اور علماء دیوبند کی دینی و علمی وراثت کو ایک اسلامی ریاست میں ڈھالا، چند سال کامیابی سے چلایا، بہت سے ممالک نے امریکہ اور پاکستان سمیت اس کو قبول کیا۔ ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسلامی تصورات کو عملی جامہ پہنا دیا، امن وسکون، مساوات، کفالت عامہ، جرائم کا خاتمہ، اسلامی احکام کی عمل داری، سادگی، درویشی کی ایسی مثال قائم کردی کہ خلافت راشدہ کی یاد تازہ کردی اور بجا طور پر اُمت مسلم نے ملا عمر کو عمر ثالث (عمر بن عبدالعزیز متوفی 101 ھ کو عمر ثانی کہا گیا تھا) قرار دیا اور ان کے دور کو بہت حد تک خلافت راشدہ کے نقوشِ قدم پر قرار دیا۔

2۔ اس حکومت کو آلِ سعود کی حکومت کی طرح اگر اقوام عالم دو چار چھ عشرے چلنے دیتی تو اس حکومت کے حقیقی خدوخال، ملا عمر اور ان کے ساتھیوں کے فکر اور نظریات اسلامی کا عکس سامنے آتا۔ افسوس کہ یہ ننھی سی لینڈ لاکڈ (LAND LOCKED) ریاست بھی عصر حاضر کے صہیونی اور دجالی کارپردازوں کو وسائل رزق پر قبضہ اور عالمی دجالی حکومت کے راستے میں رکاوٹ نظر آئی اور 9/11 کے واقعے کا جھوٹا اور گمراہ کن بہانہ بنا کر اس اُبھرتی اسلامی حکومت کو ختم کر دیا۔ مقام حسرت ہے کہ یہ غنچہ پھول بنتا تو کیسے کیسے اسلامی معیارات حکومت اور سادگی کے نمونے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کی یاد تازہ کرتے۔ ؏ حسرت تو ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔

3۔ اس حکومت کے بارے اسلامی عالمی فلاحی ریاست کے نقطۂ نظر سے کوئی تبصرہ کرنا مناسب نہیں ؏ خوش درخشید و لے شعلہ مستعجل بود

لیکن یہ حکومت اس مختصر عرصہ میں بھی عالمی اجتماعی ضمیر کے لیے اچھی یادیں صفحۂ ہستی پر نقش کرگئی۔

؏ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

4۔ ایک بات ضرور اس موقع پر عرض کی جاسکتی ہے۔ افغانستان کی سرزمین خلافت راشدہ کے دور کی طرح قبائلی علاقہ اور قبائلی روایات کی حامل سرزمین ہے اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ طالبانِ افغانستان نے قبائلی معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لیے عصر حاضر میں ایک IDEAL حکومت بنا کر اور کامیابی سے چلا کر دکھا دی۔ غربت اور تعلیم کی کمی کے باوجود متمدن

مغربی ممالک کے مقابلے جرائم کی شرح ZERO کر کے دکھا دی جبکہ امریکہ جیسا ملک بھی جرائم کی تعداد اس کم ترین سطح تک لانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

اجتماعی انسانی ضمیر کے خوابوں کی تعبیر ـــــ ایک جدید تعلیم یافتہ معاشرے کے ساتھ جمہوری فلاحی ریاست کا قیام ابھی اُمت مسلمہ پر قرض اور فرض ہے، جس کا نقشہ اور ہیولیٰ خاتم النّبیین حضرت محمدﷺ کی تعلیمات میں پہلے سے موجود ہے۔ وہ مثالی حکومت دنیا کے خاتمے سے پہلے ضرور منصۂ شہود پر آ کر رہے گی۔ ان شاءاللہ۔ اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ لَنَا هٰذَا

ؔ فَسَعْيًا ثُمَّ سَعْيًا ثُمَّ سَعْيًا
وَمَا عِنْدِیْ سِوَا ذَاكَ الْمَقَالُ

خلاصۂ کلام

درج بالا تحریر کا حاصل یہ صغریٰ (THESIS) ہے کہ علامہ اقبال کے نزدیک عالمی سیاسی اکھاڑ بچھاڑ کے بعد پاکستان کو بے حد اہمیت حاصل ہونے والی ہے، اس بات کا کبریٰ (ANTI THESIS) گزشتہ ستر (70) سالہ تاریخ پاکستان ہے۔ اس عقدہ کا واحد حل یہ ہے کہ پاکستان کے حالات کو فکر اقبال کی روشنی میں اقبال کی عینک سے دیکھا جائے تو عصر حاضر میں پرامن جمہوری تبدیلی (کہ پاکستان کے موجودہ حالات کو بدل کر خطبۂ الٰہ آباد کے تقاضوں ★ کے عین مطابق کر دینے) کا راستہ انتخابات یا غیر مسلح پرامن احتجاج کا راستہ ہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہوا اور اس جائز ممکنہ راستے کو مخدوش کر دیا جائے یا اشرافیہ یہ طے کر لے کہ فکر اقبال کو اس ملک میں آنے ہی نہیں دینا تو اس ملک خداداد پاکستان کے مسائل کا حل صرف اور صرف بے رحم خونی انقلاب رہ جائے گا جو کرونا کی طرح آسمانی فیصلہ ہوگا، جس میں بھوک کے ہاتھوں تنگ عوام اور اشرافیہ آمنے سامنے ہوں گے اور باہمی خانہ جنگی ہوگی۔

★ جدید اسلامی جمہوری فلاحی ریاست (خلافت راشدہ کا عکس) جو پھیل کر عالمی خلافت بن جائے گی۔

فتنۂ دجّال کے منحوس دور کی ایمان سوز کالی گھٹائیں

1 یہ دور فتنۂ دجّال کا دور ہے

انجینئر مختار فاروقی

1۔ بارش سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں ہی بارش کے امکان کو یقین میں بدل دیتی ہیں اور انگریزی محاورہ میں ہے کہ "COMING EVENTS CAST THEIR SHADOWS BEFORE"۔

عصر حاضر یعنی MODERN اور POST MODERN دور میں مغربی علوم وفنون کی ترقی اور ایک نئی سوچ، نئی فکر، نئے انداز، نئے لائف سٹائل اور ماضی سے یکسر مختلف اہداف کے ساتھ مغربی اقوام یورپ کا کرۂ ارض کے وسائل پر بے رحمانہ قبضہ، ہمارے نزدیک کسی پس پردہ نادیدہ قوت کی منصوبہ بندی کا حصہ ہے۔ صدیوں کی یہ کامیاب منصوبہ بندی یقیناً ایک مضبوط ENERGETIC، چوکس، تجربہ کار اور EVIL ذہنیت کا شاخسانہ ہے جو دو تین عشروں سے اپنے آخری مراحل میں داخل ہوگیا ہے۔

"EVIL" کا لفظ ہم نے خوب سمجھ کر استعمال کیا ہے کہ اگر حالیہ مغربی بالادست ذہن اور تہذیب ایک آزاد، خودمختار، SELF-DETERMINED اور چند اصولوں کے ماتحت ہونے والی ترقی اور ایجادات کا تسلسل ہوتا تو یقیناً کہیں نہ کہیں اس کی تفصیل میں کوئی پہلو آسمانی ہدایت سے مطابقت رکھتا کہ بہرحال مذہب کی بنیاد فطرتِ انسانی اور کائنات کے 'تنہا' خالق ہی کی

بنیاد پر ہے لیکن مجال ہے کہ اس EVIL ذہنیت نے غلطی سے بھی اپنے ہاں کہیں تفصیلی ہدایات (DETAILING) میں کبھی مذہب سے مطابقت کا جواز رکھا ہو۔ حالانکہ تمام اقوام اپنی تاریخ میں بہت پیچھے مذہب ہی سے کوئی تعلق رکھتی ہیں۔

2۔ اسلامی تاریخ اور خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں لفظ 'دجال' استعمال ہوا ہے۔ اس 'دجال' کے لفظ کے ترجمہ کے طور پر انگریزی میں ANTI-CHRIST استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ یہ عمل ماہرین لسانیات کے نزدیک 'دجال' کا ترجمہ نہیں بلکہ ایک 'عمل' کا 'ردعمل' ظاہر کرنے کے لیے لفظ ایجاد کیا گیا ہے یعنی کوئی حقیقت یا معہود ذہنی کرائسٹ (CHRIST) ہے جس کا مقابل یا حریف ایک ANTI-CHRIST ہوگا۔

'دجل' کے لفظ کے معنی دھوکہ دینا، TO DODGE، کسی کی جگہ پر (اپنی شناخت چھپا کر کام کرنا، کسی معروف شخصیت کا روپ دھارنا پولیس یا فوج کی وردی پہن کر دوسروں کو دھوکہ دینا وغیرہ۔ اسی سے فعّال کے وزن پر دجّال ہے یعنی بہت بڑا دھوکہ باز۔

خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ نے ایک فرمان حق ترجمان میں یوں فرمایا ہے:

لَا تَذْهَبُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ حَتّٰی يَخْرُجَ فِيهَا ثَلَاثُونَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهٗ رَسُولُ اللّٰهِ (طبرانی، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

یعنی ___ میری اُمت میں قیامت سے پہلے 30 بڑے بڑے جھوٹے دھوکہ باز (اور ڈرامہ باز) لوگ کھڑے ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا بھی دعویٰ کرے گا (حضرت محمد ﷺ خاتم النّبیین کے لائے ہوئے قرآن مجید میں نبوت کے مکمل ہو کر ختم ہونے کا ذکر ہے (40:33) گویا یہ تمام دجال قرآنی تصورِ ختم نبوت کے منکر ہوں گے)۔ '30 دجال' سے مراد کثرتِ تعداد بھی ہوسکتی ہے اور حتمی عدد 30 بھی ممکن ہے۔ (واللہ اعلم) ایک اور فرمان رسالت ﷺ میں وارد ہے کہ قربِ قیامت میں جو 'بڑا' دجال آئے گا اس کا فتنہ اتنا عظیم اور اہل ایمان کے لیے خطرناک اور ایمان سوز ہوگا کہ ہر پیغمبر علیہ السلام نے اس کے فتنہ سے بچاؤ کی 'دعا' مانگی ہے۔

3۔ گزشتہ پانچ چھ صدیاں انسانیت اور انسانی علوم وفنون کو لے کر اس طرح آگے بڑھ رہی ہیں کہ اس پر 'بڑے دجال' کی آمد سے پہلے کے حالات کا گمان دن بدن یقین میں بدل رہا

ہے۔ان مجموعی حالات کی چند خصوصیات یہ ہیں:۔

(i) دین/مذہب اور ریاست کی علیحدگی: آج سے کوئی چار صدیاں پہلے اقوامِ مغرب نے کچھ خاص وجوہات اور دباؤ کے تحت سرکاری اور ملکی سطح پر مذہب اور ریاست کو الگ کردیا۔اب ریاست کو چلانے اور اس کی اصلاح و ترقی کے لیے کسی مذہبی حکم، روایت نظیر یا حکمت کا حوالہ نہیں دیا جاسکتا گویا مذہب لوگوں کا ذاتی، انفرادی اور نجی معاملہ ہوگا۔کوئی بت پرستی کرے، پیغمبروں کو مانے نہ مانے، کوئی یہودی کہلائے، کوئی عیسائی کہلائے، مسلمان کہلائے یہ سب شہری حکومت کی نگاہ میں برابر ہیں۔تمام ملکی و ریاستی معاملات از قسم فوج، دفاع، تجارت، جنگ و صلح، سائنسی ترقی، تعلیم، تفریح وغیرہ کسی مذہب اور مذہبی احکام کا حوالہ نہیں دیا جاسکتا ہے۔

1947ء سے پہلے برطانوی ہند میں منحوس مغربی استعمار کا انداز حکومت اسی طرح کا تھا جدید اصطلاح میں اس طرز حکومت کو سیکولر (SECULAR) کہا جاسکتا ہے اور ملکی قوانین میں جائز و ناجائز، صحیح و غلط اور حلال و حرام کی بجائے لبرل ازم (مذہب کے احکام نہیں اپنی خواہش نفس کو پورا کرو) کا فروغ ہوگا ہر شخص جو چاہے کرے آج کے مغرب میں اس طرز فکر کو FREEDOM کہتے ہیں۔شاید عام مسلمان اس سے کسی غلامی سے آزادی مراد لیتے ہیں مگر یہ دجالی تہذیب مادر پدر آزادی اور سماجی و مذہبی و تہذیبی و اخلاقی بندھنوں سے بغاوت و آزادی کا مفہوم لیتی ہے۔اکیسویں صدی میں آج بہت سارے مسلم ممالک میں بھی اسی لبرازم کا دور دورہ ہے اور لبادہ مذہب کا ہے۔اَعاذنا اللہ من ذالك۔

(ii) ACTING اور ACTORS یعنی اداکار اور اداکاری: عمومی تاریخ انسانی میں ایسے واقعات کثرت سے ہیں کہ کسی نے کسی دوسرے عام آدمی یا امیر آدمی، یا رئیس اور بادشاہوں تک 'بہروپ' کے ذریعے یا پولیس کی وردی یا فوجی وردی پہن کر دوسرے کو لوٹ لیا۔شاید اس فن میں بھی کوئی استادی شاگردی کا سلسلہ ہوتا ہو___ مگر آج کی مغربی تہذیب نے آج سے چھ صدیاں پہلے ڈرامہ، ڈرامہ نویسی، ڈرامہ بازی اور ACTING کے ذریعے ایک کلچر کو جنم دیا جس میں عوام کو متاثر کرنے کے لیے اہل قلم سے بزعم خویش بامقصد ڈرامے لکھوائے گئے اس کے لیے باقاعدہ کثیر سرمایہ کاری سے ڈرامہ کے متعلقات کو فروغ دیا گیا اور عوام کی ذہن سازی کر کے اس

ڈرامہ اور تھیٹر کو اپنے پسندیدہ اور PLANNED (منحوس) اہداف کی طرف مائل کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ اس ضمن میں شیکسپیئر وغیرہ کے ڈرامے مشہور ہیں دیگر ہزاروں لوگ اُٹھے اور اس صنعت سے وابستہ ہو گئے جس سے حکومتوں یا خاص خفیہ مقاصد کے حامل گروہوں کو عوامی رائے کی لہر کو اپنا ہم خیال بنانے کسی حکمران کے خلاف ہنگامے کرانے اور حالات خراب کرنے کے لیے اس ڈرامہ کی صنعت کو خوب خوب استعمال کیا گیا اور بالخصوص اسلام کے خلاف۔ انیسویں صدی کا یورپی لٹریچر خلافت عثمانیہ اور ترکوں کے خلاف ہر طرح کی تذلیل اور CHARACTER ASSASSINATION سے بھرا پڑا ہے۔ پھر عوامی دلچسپی کو ڈرامہ وتھیٹر کی صنعت سے گہری وابستگی پیدا کرنے کے لیے اس میں ناچ گانا، بے لباسی اور بے حیائی کو بالارادہ شامل کیا گیا۔

(iii) انیسویں صدی میں کیمرہ ایجاد ہو گیا جس سے انسانی تصویر بنانا عام ہو گیا تو ڈرامہ کی جگہ 'سینما' نے لے لی۔ پہلے خاموش اور گونگی فلمیں بنتی تھیں جس کو لوگ جوق در جوق دیکھنے آتے تھے مغربی اقوام نے اس ایجاد کو بھی محکوم اقوام اور ان کے افکار کو دبانے اور اپنے مغربی لبرل وسیکولر افکار کے فروغ کے لیے خوب استعمال کیا۔

سینما کی صنعت نے ترقی کی، بجلی ایجاد ہو گئی ساکت تصویروں کو تیزی سے گھما کر انسانی آنکھ کے پردے پر حرکت کرتی حقیقی انسانی زندگی کا 'سراب' پیدا کرنے کے لیے فلم انڈسٹری بن گئی اور MOVIES کا سیلاب آ گیا چند بامقصد MOVIES کے جلو میں بے حیائی، عریانیت، فحاشی، دہشت، خوف و ہراس، ہولناکی (HORROR) والی فلمیں بننے لگیں اور بیسویں صدی کے آغاز سے یورپی اقوام کی دجالیت نے سینما اور فلم کی صنعت کے ذریعے تمام متمدن دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اس منحوس اور شیطانی صنعت کے بارے میں علماء نے فتاویٰ جاری کیے۔ علامہ اقبال نے اس کی حقیقت اور اصلیت کا پردہ چاک کیا:

ع سینما ہے یا صنعت آزری ہے۔ اس فلمی صنعت کے فروغ سے مزید کئی شیطانی اور ابلیسی شعبہ جات اور انسانی پیشوں نے جنم لیا جو آج ہمارے معاشرے کا جزو لاینفک ہے۔ ناچ گانے کو فن کا درجہ اس دور میں ہی ملا ہے۔

- فلمی اداکار اور اداکارائیں

- فلمی اداکاروں سے متعلق موسیقی، گانے، آلاتِ موسیقی کے سکول، اساتذہ، تعلیمی معیارات، اچھے اداکاروں کی SELECTION، مقابلہ حسن کا انعقاد، خواتین و مرد اداکاروں کی درجہ بندی مقابلہ اور عالمی ایورڈ، ناچ گھر اور ڈانس اکیڈمیز کا دائرہ پھیلتا چلا گیا۔
- فلمی صنعت میں مختلف النوع فلموں کے بنانے (SHOOTING) کے متعلق ماحول محلات، کوٹھیاں، چشمے، جھلیں، فرضی ہوٹل فرضی قلعے، فرضی لڑائیاں فرضی میدان جنگ، فرضی مسجدیں، فرضی کلیسا، فرضی دربار، بادشاہ حکمران وغیرہ وغیرہ، کا یہ طویل سلسلہ دنیا بھر میں پھیلتا چلا گیا اور فلم سازی باقاعدہ ایک انڈسٹری بن گئی اور قومی وملکی اور عالمی سطح پر رائے عامہ کو ایک خاص انداز میں کنٹرول کرنے کے لیے بھاری سرمایہ کاری کے لیے عالمی ساھوکار سامنے آئے اور اس صنعت کو منافع بخش بنانے کے لیے عیاشی، بدمعاشی، بے حیائی، عریانی، حرام کاری اور حیوانیت کے فروغ کا بہت بڑا سبب بن گئی۔ ADVERTISING اور اشتہار بھی اسی دور کی ایجاد ہے اور علیحدہ صنعت کا درجہ پا چکی ہے۔

مثلاً آج سے چند عشرے قبل ایک فلم MESSAGE اسلام کا چہرہ داغدار کرنے کے لیے بنائی گئی۔ بظاہر اس کام کو مسلمان ملکوں میں مسلمان نام کے لوگوں کے لیے متبرّک کام سمجھ کر سامنے لایا گیا مگر اسی میں ہر ذی شعور آدمی سمجھ سکتا ہے۔ دور صحراؤں میں کہیں 'کعبہ' تعمیر کیا گیا، کہیں مکہ نام کی بستی تعمیر کی گئی کہیں مدینہ نام کی بستی تعمیر ہوئی کہیں بدر کا میدان مصنوعی طور پر بنایا گیا کہیں ابوجہل کی عیاشیوں کے مناظر فلمانے کے لیے سہولیات فراہم کی گئیں کہیں کعبہ میں حج کا منظر دکھانے کے لیے کئی لفنگے بدمعاش عیاش بے حیا حرام کار لوگوں کو اس کعبہ میں حج عمرہ کے لباس میں دجّالیت سے دکھایا گیا۔

کئی ناپاک کرداروں سے تشکیل پانے والی اس ناپاک فلم میں ایک بدکردار شخص کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کردار دیا گیا۔ ایک اور بدکردار شخص کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا کردار دیا گیا۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کے دل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت ختم کرنے کے لیے کیا گیا کہ وہ عام انسان ہی تو تھے۔ حالیہ ارطغرل ڈرامہ میں ایک بدکردار آدمی کو ایک اہم رول دیا گیا اب وہ مسلم نوجوان کا FAVORITE کردار ہے۔ اس طرح کسی ڈرامہ باز طوائف کو دوسرا کردار دیا گیا۔

یہ ڈرامہ کئی دوسرے ڈراموں اور فلموں کی طرح رمضان میں مسلمانوں کو تراویح سے دور رکھ کر دکھایا گیا اور کرونا کے بہانے بے شمار ابلیسی مقاصد پورے کیے گئے۔

کہیں فرضی نماز کے لیے مسجد اور کہیں مسجد نبوی کا نقشہ اس ابلیسی ذہن نے تخلیق کر دیا۔ عام آدمی صرف فلم دیکھ کر اس کے تاثرات کو اہم سمجھتا ہے مگر درحقیقت اس ساری فلمی صنعت کے پیچھے اس شعبے کے متعلق شیطان صفت اداکاروں کی شعبدہ بازی ہے اور اس سے بھی زیادہ بُرے وہ سرمایہ کار ہیں جو صرف اپنے سرمایہ کو بڑھانے کے لیے فلمی اداکاروں (خواتین و حضرات) کی فوج ظفر موج پال کر دنیا میں ابلیسیت کو فروغ دے رہے ہیں جس کی برائی اور عالمگیریت کا اندازہ اچھے بھلے تعلیم یافتہ حضرات بھی نہیں کر سکتے۔ یہ دجالیت ہے کہ بُری چیز کو اچھا سمجھ کر پیش کیا جائے اور استعمال کیا جائے۔

(iv) اداکاری کے شعبے اور اس سے منسلک تجارتی شعبوں میں اشتہاری صنعت پھیلی۔ اس کے لیے ماڈلز (MODELS) کی ضرورت تھی۔ مرد بھی اور خواتین بھی۔ اس پر پورا فرضی محل تعمیر کر کے اس کو ADVERTISING اور MASS COMMUNICATION کی صنعت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ پھر ان ماڈل خواتین و حضرات کو (جو یقیناً ابلیسی کردار سے بھرپور نمونے ہوتے ہیں) فلمی شائقین کے لیے رول ماڈل (ROLE MODEL) اور نمونہ یعنی IDEAL بنا کر پیش کیا گیا کہ لوگ ان کی تصاویر گھروں میں رکھیں اور سجائیں اور ان کو سٹارز (STARS) کا نام دیا گیا۔ (یاد رہے کہ فرمانِ رسالت ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ستارے کہا گیا ہے۔ مغرب نے جدید مسلمان کے منہ پر طمانچہ رسید کیا ہے کہ تم بیوقوفی میں کن کو ستارہ سمجھتے ہو اصل ستارے تو فلمی اداکارائیں، ماڈلز اور بدکار اداکار ہیں)۔

4۔ پہلے فلمیں BLACK/WHITE ہوتی تھیں 1930ء کے لگ بھگ COLOR PHOTO آیا تو اس سے اس صنعت میں انقلاب آ گیا۔ پہلے لوگ فلمیں دیکھنے سینما جاتے تھے اور ایسے لوگ کم تھے اب ٹی وی ایجاد ہو گیا۔ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں امریکہ میں کلر ٹی وی آ گیا تو جیسے اس ابلیسی صنعت کو پر لگ گئے۔ اب ٹی وی گھروں میں آ گیا تو اس ابلیسی صنعت کا ہر گھر میں داخلہ ممکن ہو گیا۔ کیمرہ، ٹی وی، کلر ٹی وی، VCR اور اب کمپیوٹر اور انٹرنیٹ سے بڑھ کر

موبائل پر نیٹ، فیس بک، ٹوئٹر، انسٹا گرام اور واٹس ایپ وغیرہ نے تو قیامت ڈھا دی ہے۔ کیمرہ کی تصویر اور ویڈیو کی برائی نے انسانیت کو ڈارون کی حیوانیت کی طرف دھکیلنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اب (گزشتہ دو تین عشروں سے) حیوانیت سے بھی نیچے بہیمیت (BESTIALITY) تک پہنچ چکی ہے۔ ★

5۔ احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ 'دجال' کی ایک آنکھ ہوگی احادیث مبارکہ میں الفاظ آئے ہیں تو یقیناً ایک معین شخص 'دجال' بھی ظاہر ہوگا، جو رسول ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے گا اور ممکن ہے اس کی ایک ہی آنکھ ہو ___ مگر اس آنکھ کی تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ تجرباتی علوم اور علومِ وحی میں سے اس کے پاس صرف تجرباتی علوم اور سائنسی علوم ہوں گے اور اس کی علومِ وحی (علوم انبیاء اور آسمانی علوم) والی آنکھ بند ہوگی۔ دجال کی ایک آنکھ سے میرے نزدیک کیمرہ کی ایک آنکھ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ آج موبائل نیٹ کے ساتھ فون اکثر لوگوں کے پاس ہے۔ اس میں ایک سے زیادہ کیمرے بھی ہیں رنگین تصویر کو جب چاہو (24/7) جس کو چاہو بھیج دو، واٹس ایپ پر LIVE گفتگو کرو، گویا اس کیمرہ کے بُرے اور غلیظ استعمال کے پیشِ نظر اس کیمرہ کی آنکھ سے دجال کی آنکھ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ (واللہ اعلم)

★ امریکہ میں 1998ء میں ایک کتاب اعلیٰ امریکی عدالت کے ایک ریٹائرڈ جج رابرٹ ایچ بارک نے لکھی تھی جو نیویارک میں BESTSELLER قرار پائی تھی۔ اس کا فوٹو سامنے دیا گیا ہے۔ عنوان کا مطلب یہ ہے کہ عملِ قومِ لوط (ہم جنس پرستی، LGBT اور بدکاری کے عام ہونے اور اس پر فخر کرنے) کے نتیجے میں امریکی معاشرہ تیزی سے قومِ لوط کے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ انٹرنیٹ پر یہ کتاب دیکھی جا سکتی ہے۔ آج رُبع صدی بعد امریکہ کہاں کھڑا ہے؟ اب پہلے سے عذاب کے اور کتنا نزدیک ہو چکا ہے؟ یہ منظر کھلی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔

SLOUCHING TOWARDS GOMORRAH

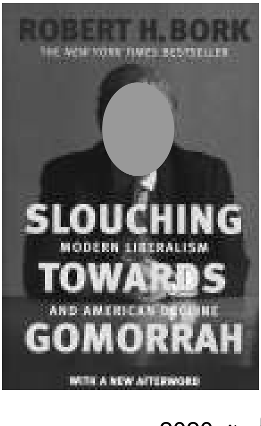

6۔ اب ذرا اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ اداکاری کا فن اور مصنوعی کعبہ اور مصنوعی مناظر بنانے کا طریقہ کس قوم کے ناپاک ذہن کی پیداوار ہے۔ دوسری کسی کتاب سے حوالہ دیا جائے تو ابلیسی ذہن اس کتاب اور اس کتاب کے مصنف ہی کے بارے میں کئی سوالات کھڑے کردے گا قرآن مجید کا حوالہ ایسی بات ہے کہ یہ غیر مبدّل کتاب ہے من جانب اللہ اُتری ہے اور آج تک اپنی اصلی حالت اور متن کے ساتھ موجود ہے۔ مستشرقین فوج ظفر موج کے روپ میں دشمنوں کے خوفناک عزائم اور ابلیسی منصوبوں اور ان کی ناکامی پر دانت پیسنے کے باوجود یہ کتاب دنیا میں موجود ہے اور رہے گی۔

پہلی مثال سورۂ یوسف سے ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں اسرائیل ان کا لقب ہے، ان کی اولاد بڑوں کی اولادوں کی طرح بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہے۔ قرآن مجید کے بیان کے مطابق ان میں اچھے لوگ بھی گزرے ہیں لیکن ان میں سے زیادہ لوگ نافرمان ہیں۔ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ (الحدید:26)۔ اتنی سی بات پر کہ ہمارے اَباجان ہمارے چھوٹے بھائی سے زیادہ پیار کرتے ہیں حالانکہ کماتے ہم دس بڑے بھائی ہیں، مشاورت سے یوسف بھائی کو قتل کا منصوبہ بنایا پھر والدمحترم سے بری نیت سے حفاظت کے وعدے کر کے یوسف بھائی کو ساتھ لے گئے اور ایک کنویں میں ڈال دیا اور رات LATE ڈرامہ بازی کر کے واپس آئے۔ قرآن مجید نے ان کی اداکاری (ACTING) کا نقشہ کھینچ دیا اور ہر معقول آدمی اس کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے خوب اداکاری کی (عالمی OSCAR ایوارڈ کے قابل منظر اور DIALOGUE تھا)۔

7۔ اس پس منظر میں دجّالیت اور دجّال سے متعلق ایک 'اور' پہلو بھی قابل غور ہے بلکہ بہت ہی اہم ہے۔ 'دجال' کے لفظ میں مذہب دشمنی، خدابیزاری، وحی دشمنی اور پیغمبر دشمنی شامل ہے۔ فرمانِ رسالت مآب خاتم النّبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورمبارک سے قیامت تک تیس دجال آئیں جو لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تمام کے تمام مدعی نبوت ورسالت ہوں گے (حالانکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے نہ رسول ہے اور نہ دعویٰ نبوت کی کوئی گنجائش نہیں)۔

یہ بات قارئین کرام نوٹ فرمالیں کہ تاریخ اسلام میں آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دوران ہی بعض (بدبخت) جھوٹے مدعیان نبوت سامنے آگئے تھے۔ اس کے بعد وقفہ وقفہ سے ایسے ملعون لوگ سامنے آتے رہے جو آپ ﷺ کے ان دونوں فرامین (اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّینَ ......اور ثَلَاثُونَ دَجَّالُونَ کَذَّابُونَ ......) کے باوجود دعویٰ نبوت کا برملا اظہار کرتے رہے حالانکہ وہ اس دعویٰ میں جھوٹے ہی تھے۔ دوسری طرف قرآن مجید میں وارد ہے کہ یہی بنی اسرائیل حضرت سلیمان علیہ السلام کے دورمبارک کے بعد سے حضرت مسیح علیہ السلام تک تقریباً چھ صدیاں مسلسل انبیاء کا قتل کرتے رہے جو نبی آتا تھا وہ اس کو قتل کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گھناؤنے فعل کا ایک سے زیادہ مرتبہ بڑے شدومد سے ذکر کیا ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ انبیاء ورسل کی تاریخ کا ایک مستقبل باب ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو، جب بھی وہ اپنی اپنی قوم میں آئے، لوگوں نے جھٹلایا۔ سورۃ یوسف کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغمبر کی نصرت خداوندی کے باب میں قوم کی طرف سے تکذیب کی شدت کے باعث مایوسی سے قبل ہی حالات کو بدل دیتا تھا۔ (تفسیر عثمانی)

عام انسانی رویے اور فطرت بھی یہی ہے کہ باہمی قتل اور لڑائیوں سے قبل، ناراضگی، قطع تعلق، تو تکار، ہاتھا پائی، تلخ کلامی، تکذیب اور بدکلامی سے گزر کر ہی قتل کی نوبت آتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی جھوٹا کہا گیا جھٹلایا گیا۔ سورۃ ص (04:38) میں سَاحِرٌ کَذَّابٌ کے الفاظ آئے ہیں جو حق و باطل کے درمیان کشیدگی کی شدت کو ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا۔۔۔ بنی اسرائیل کا قتل انبیاء کا گھناؤنا فعل اور صدیوں پر پھیلی ہوئی بدبختی کی روش بھی اس تکذیب انبیاء کے مرحلہ سے خالی نہیں تھی۔ اس مرحلہ کو بائبل کے مصنّفین نے بنی اسرائیل کے جرم کو چھپانے کے لیے جھوٹی نبوت سے تعبیر کیا ہے کہ اس وجہ سے ان کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ (آج مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کے قائل اسرائیل میں یہودیوں ہی کے پاس پناہ پناہ گزیں ہیں ان کو جھوٹی نبوت کے باعث قتل کیوں نہیں جاتا)۔ قرآن مجید کے مطابق بنی اسرائیل انبیاء کرام علیہم السلام کو جھوٹا کہنے اور جھٹلانے کے بعد قتل کر دیتے تھے (61:02)۔ (اعاذنا اللہ من ذالک) ایک فرمان رسالت مآب ﷺ میں ہے کہ بنی اسرائیل نے مختصر سے عرصے میں تینتالیس نبی قتل کر دیے۔ قَتَلَتْ بَنُو اِسْرَائِیلَ ثَلَاثَةً وَ اَرْبَعِینَ نَبِیًّا فِی سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ، فَقَامَ مِائَةُ رَجُلٍ وَاثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مِنْ عُبَّادِ بَنِی اِسْرَائِیلَ

فَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ فَقُتِلُوا جَمِيعًا (مسند بزار، عن ابی عبیدہ)

یہ بات اپنی جگہ اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے لیے دو الفاظ نبی اور رسول استعمال فرمائے ہیں صاف ظاہر ہے کہ دو الفاظ ہیں تو دو مفہوم بھی ناگزیر ہیں اور ان میں فرق بھی لازم ہے۔ نبی کا لفظ آسمانی وحی میں عام ہے اور رسول کا لفظ خاص ہے۔ حدیث میں بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے 124000 انبیاء علیہم السلام معبوث فرمائے جن میں سے 313 کو رسالت کے اعلیٰ مقام پر سرفراز فرمایا۔ قرآن پاک میں دوسرا فرق بھی آیا ہے کہ نبی تو قتل بھی ہو گئے مگر رسول —— اللہ تعالیٰ کی مدد باعث کبھی مغلوب نہیں ہوئے۔ نبی کے قتل پر قوم پر عذاب نہیں آیا جبکہ رسول پر مشکل وقت آیا اور قوم کی طرف سے دست درازی کا خدشہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے پوری قوم تباہ کر دی مگر اپنے رسول اور اہل ایمان کو بچا لیا۔

- بنی اسرائیل کے بگڑے ہوئے گروہ نے جادو سیکھا، نافرمانی کی روش اختیار کی اپنی قوم میں سے آئے (حضرت یعقوب کی اولاد میں) پیغمبروںؑ کا انکار کیا۔ ان کو جھوٹا کہا اور ان کو قتل کیا۔ یہ کام کوئی چھ صدیاں جاری رہا۔ اسی طبقہ نے پہلے قتل انبیاء کا جرم عظیم کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قران کے ختم نبوت کے اعلان کے بعد جھوٹے نبی کھڑے کر دیے اور گزشتہ چودہ صدیوں میں مسلسل جھوٹے نبی کھڑے کر کے اُن کی سرپرستی کی ہے۔ دراصل قتل انبیاء اور جھوٹے نبی بنانا ایک ہی کھوٹے سکّے کے دو رُخ ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ جو دوسری قوم بھی پیغمبروں کو قتل کرے ان سے دوستی رکھنا۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نبی ہیں ان کو رومی بادشاہوں نے نہ معلوم کیوں قتل کیا مگر یہی یہود (بنی اسرائیل ان سے دوستی رکھتے ہیں بلکہ آج دنیا میں بنی اسرائیل ہی کا غلبہ ہے اور نیٹ پر جائیں WESTERN CULTURE سرچ کریں یا WESTERN CIVILIZATION دونوں کے جواب میں آئے گا یونانی علم الاصنام (شرک واوہام پرستی اور رومی طرز حکومت کا مجموعہ آج کا مغربی کلچر ہے۔ دراصل یونانیوں اور رومیوں کے استاد اور سرپرست یہی طبقہ بنی اسرائیل ہی تھا۔

دجّالیت کی وضاحت میں فلم انڈسٹری کے پیچھے فلم کی تیاری، SHOOTING یا عکس بندی کے لیے فرضی مطلوبہ ماحول پیدا کرنا پڑتا ہے۔ عام مناظر کا مسئلہ نہیں ہے مگر دینی مذہبی اور

خصوصی عبادت کا فرضی ڈھانچہ (PARAPHERNALIA) بنانا ایک طرح سے کمینہ پن ہے اور بنی اسرائیل دو ہزار سال سے اس کام کے ماہر ہیں اور مذہبی ضرورت اور اپنے غلط خیالات اور مزعومات کو سچ ثابت کرنے کے لیے من گھڑت مقامات بنا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ عمل بھی دجالیت کی 'شان' ہے اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو فرزند تھے: بڑے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے جو ذبیح ہیں اور قربانی کی یاد انہیں سے قائم ہیں اور چھوٹے حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب رکھی۔ 1800 سال تک انبیاء اور آسمانی صحائف و کتب حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں آئے (سورۃ عنکبوت) اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید (26:57) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے انعام کے طور پر فرمایا تھا کہ آج کے بعد سارے انبیاء اور آسمانی کتب تمہاری اولاد سے مختص رہے گی۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مسلسل انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے 600 سال کا وقفہ دے کر 610ء میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (خاتم النّبیین) کو مبعوث فرمایا اور اپنا وعدہ سچا کر دیا مگر یہود بزعم خویش اپنے آپ کو پیغمبروں کی اولاد (پیغمبروں کا DNA رکھنے والے) اور اللہ کی چہیتی قوم سمجھتے اور کہلاتے ہیں۔ دنیا ہمیشہ سے اور آج بھی WHITE SUPREMACY کی بنیاد پر یہ تقسیم ہے بالخصوص مسیحی یورپ اور امریکہ اور اس کے پیچھے بھی بنی اسرائیل ہیں جو اپنی برتری کے عقیدے میں کوئی لچک دکھانے کو تیار نہیں۔ لہٰذا اسی ضد کے منفی جذبے سے انہوں نے پہلے حضرت اسماعیل نام کے کسی پیغمبر یا حضرت اسحاق کے کسی بھائی کا انکار کیا، تورات کے مطابق مکہ میں موجود بیت اللہ کے تصور کو صحیح بنانے کے لیے انہوں نے فلسطین کے قریب ہی وادی بکا کھڑی کر دی وہاں کعبہ بنا دیا پھر صفا اور مروہ نام کی دو پہاڑیاں بھی وہاں ایجاد کر دیں۔ قرآن مجید نے ان تمام ابلیسی ہتھکنڈوں کو غلط کہہ ان کا راز فاش کر دیا۔

مشہور (متنازعہ) مفسر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی کے استاد مولانا حمید الدین فراہی نے "اَلْقَوْلُ الصَّحِیْح فِیْ مَنْ هُوَ الذَّبِیْح" کتاب لکھی مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کو انجمن خدام القرآن لاہور نے پہلے (1975ء میں) شائع

کیا تھا اب غالباً OUT OF PRINT ہے اس کے صفحات (22 تا 27) میں یہ ساری تفصیل درج ہے۔ ہمارے نزدیک فرضی مذہبی مقدس مقامات بنانا بھی بنی اسرائیل ہی کی شرارت ہے اور ڈرامہ بازی و اداکاری بھی اس گروہ کی قدیم روایات ہیں اور انہی دو باتوں نے سائنسی و تکنیکی وفنی برتری کے دور حاضر میں انہیں دنیا کا امام بنادیا ہے۔ یہ قوم ان دونوں کاموں کی دوڈھائی ہزار سال کی مہارت رکھتی ہے۔

◐ آج کا دور دجالی دور ہے اس بات کا ایک اور مشاہدہ جس کا تجربہ ہرکس وناکس کو ہے کہ علم کی فراوانی اور معلومات کے پھیلاؤ کے حالیہ پھیلاؤ کی سیلابی کیفیت کے باوصف بازار سے جا کر ایک نمبر چیز لے کر آنا بہت بڑا مسئلہ ہے اور ہر انسان پھل، سبزی، کپڑا، زیورات، الیکٹرونکس، گھڑیاں، جوتے وغیرہ الغرض ہر شعبۂ زندگی میں اس کا تجربہ رکھتا ہے کہ ہر جگہ NO.2 چیز ملے گی۔ یہی دجالیت ہے اور اس کا عالمی پھیلاؤ ہے اور اس پھیلاؤ کے سبب یہ دور دجالی دور ہے۔ اب آگے قریب (مستقبل قریب) میں ایک معین شخص دجال بھی اصفہان سے ظاہر ہوگا۔ مسلم شریف کی حدیث ہے: يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ (عن انس بن مالکؓ) ''اصفہان کے 70 ہزار یہودی دجال کا ساتھ دیں گے اور ان پر طیالسہ (سیاہ جُبّے) ہوں گے''۔

آج کی سائنسی ترقی کی بنیاد پر وہ کئی شعبدے (حیران کن کام) دکھائے گا پھر اسرائیل کے شہر لُدّ (LYDA) ایئر بیس اُترے گا۔ وہاں دمشق میں اُترے گا۔ مسلمانوں (اہلسنّت کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور ایک زبردست جنگ ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جنگ میں 'دجّال' کو قتل کردیں گے۔ مسیحی اور یہودی لٹریچر میں اصفہان سے نکلنے والی شخصیت کو CHRIST اور دمشق میں ظاہر ہونے والے شخص (علیہ السلام) کو ANTICHRIST کہا گیا ہے۔ جبکہ مسلمانوں (اہلسنّت) کے نزدیک دمشق میں اُترنے والے حضرت عیسیٰ (30ء میں آسمانوں پر جانے کے بعد واپس آنے والے) ہوں گے اور اصفہان سے ظاہر ہونے والا المسیح الدجال یا دجال ہوگا۔ انتظار اور صبر شرط ہے۔

(قسط وار)

تصویر اِک فتنۂ عالمگیر

تصویر سے متعلق فقہی احکامات کا خلاصہ

(چھٹی قسط)

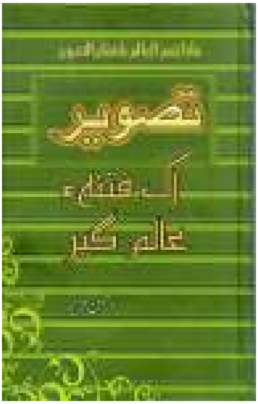

صفحات: 128 قیمت: Rs.200

ناشر: ادارہ مبشرات،

پوسٹ بکس نمبر 126، I-10، اسلام آباد

تالیف: جناب احسن عزیز شہید

'خلاصۂ احکام' از 'احسن الفتاویٰ'

جاندار کی تصویروں سے متعلق بحث سمیٹتے ہوئے بعنوان 'خلاصۂ احکام' احسن الفتاویٰ میں لکھا ہے:

- کسی بھی جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، خواہ کسی بھی قسم کی تصویر ہو، بڑی ہو یا چھوٹی، کپڑے کاغذ پر بنائی جائے یا در و دیوار پر، قلم سے بنائی جائے یا کیمرے سے۔ اسی طرح تصویر کا پریس میں چھاپنا، مشین یا سانچے میں ڈھالنا بھی ناجائز ہے۔
- تصویر ساز، فوٹو گرافر اور ان کے عمل میں کسی پہلو سے شرکت کرنے والے اشخاص فاسق ہیں، ان کی اذان، اقامت، امامت ناجائز ہے، شہادت مردود ہے۔
- تصویر کی خرید و فروخت حرام ہے، اس ذریعہ سے کمایا ہوا پیسہ حرام اور ناقابل انتفاع ہے۔
- یہ جب ہے کہ تصویر کی خرید و فروخت ہی مقصود ہو، اگر مقصود کوئی اور چیز ہے: مثلاً کپڑا، کاغذ وغیرہ اور تصویر اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے، تو ایسی چیز کی تجارت جائز ہے، مگر خریدار پر لازم ہے کہ یہ چیز خریدتے ہی اس سے تصویر تلف کر دے۔
- تصویر بنانے کی طرح اس کا بالقصد دیکھنا، دوسروں کو دکھانا اور پاس رکھنا بھی جائز نہیں۔

سینما، ٹی وی، وی سی آر کی فحش تصاویر دیکھنا، دِکھانا حرام بالائے حرام کا اِرتکاب ہے۔

- یہی حکم اخبار، رسائل اور اسکول کالج کی مطبوعہ کتب میں موجود تصاویر کا ہے۔ ان کے جائز مضامین کا پڑھنا جائز مگر تصاویر پر عمداً نظر ڈالنا ناجائز ہے۔
- مصوّر گڑیوں، مصور کھلونوں اور مصور مٹھائیوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کا بنانا، بیچنا، خریدنا اور کھانا جائز نہیں۔ بغیر خریدے کھانا بھی جائز نہیں، اس لیے کہ اس میں تعاون علی المعصیۃ ہے۔
- پاسپورٹ، شناختی کارڈ، نوٹ، سکے اور تصویر دار ٹکٹ ضرورت کی اشیاء ہیں، ان کے رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ شوقیہ ٹکٹیں جمع کرتے ہیں، ان کیلئے تصویر دار ٹکٹ رکھنا جائز نہیں۔
- تجارتی اداروں کے تصویر دار نشان (مارکہ) یا طلبہ کے شناختی کارڈ کی تصویر کسی شرعی ضرورت پر مبنی نہیں، اس لیے ناجائز ہیں۔
- ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جس میں جاندار کی تصویر ہو یا ایسی تصویر والی جگہ نماز پڑھنا جائز نہیں، اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہوگی، ہاں اگر تصویر کا سر کٹا ہوا ہو یا چہرہ مٹا ہوا ہو یا تصویر بہت چھوٹی ہو جو کھڑے ہونے کی حالت میں واضح طور پر نظر نہ آئے تو نماز میں کراہت نہ ہوگی۔ اسی طرح بڑی تصویر اگر چھپی ہوئی ہے (مثلاً کرتے کے نیچے بنیان میں ہے) تب بھی نماز ہو جائے گی، مگر بلا ضرورت ایسا کپڑا استعمال کرنا گناہ ہے۔
- جس مکان میں کسی جان دار کی تصویر ہو اس میں داخل ہونا جائز نہیں، ہاں! ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں، مثلاً قرض کی وصولی یا معاش ومعاد سے وابستہ کوئی اور ضرورت۔
- اگر تصویر ڈبے میں بند ہو یا کسی غلاف، تھیلی وغیرہ میں مستور ہو تو یہ دخولِ ملائکہ رحمت میں رکاوٹ نہ ہوگی۔ ہاں! اس کے بھی بنانے، بیچنے، خریدنے اور بلا عذر رکھنے کا گناہ بدستور ہوگا۔
- تصویر کسی شخص کے مکان یا دکان وغیرہ میں موجود ہے اور دوسرا مسلمان اس کے تلف کرنے پر قادر ہے تو تلف کر دینا اس پر واجب ہے، شرعاً اس پر کسی قسم کا ضمان بھی واجب نہیں، ہاں! جہاں فتنے کا اندیشہ ہو وہاں ایسا قدم نہ اُٹھایا جائے۔
- بعض حضرات ایسی جگہ جہاں تصویر لی جا رہی ہو، شریک ہو جاتے ہیں اور تصویر سے بچنے کے لیے منہ پر کپڑا رکھ لیتے ہیں، گناہ سے بچنے کے لیے اتنا کافی نہیں، بلکہ ایسی مجلس سے اُٹھ جانا

واجب ہے خواہ یہ دینی اجتماع ہی ہو، بالخصوص یہ شخص مقتدا ہو تو اس کا بیٹھنا اور بھی سخت اور دہرا گناہ ہے، ایک اپنی برائی کا اور دوسرا عوام کو گناہوں پر جری کرنے کا۔

❑ بعض لوگ بزرگوں کی تصویریں اہتمام سے سجا کر اپنے گھروں میں رکھتے ہیں، ان تصویروں کے احکام بھی بعینہٖ وہی ہیں جو عام تصویروں کے بیان کیے گئے ہیں۔ ان کا بنانا، بیچنا، خریدنا سب حرام ہے اور انھیں متبرک سمجھنے میں تو کفر کا اندیشہ ہے، شرک اور گم راہی کا دروازہ اسی قسم کی تصویروں سے کھلتا ہے۔

❑ یہ تمام احکام جاندار کی تصویر کے تھے، بے جان اشیاء کی تصویر یا جاندار کی ایسی تصویر جس کا سر کٹا ہوا ہو یا چہرے کے سوا الگ الگ اعضاء کی تصویر بنانا، بیچنا خریدنا سب جائز ہے''۔

(احسن الفتاویٰ، ج ۸، ص ۴۳۷ تا ۴۳۹)

چند منتخب مسائل از ''مسائل بہشتی زیور''

مسائل بہشتی زیور_باب 62_ ''تصویر و مجسمہ کے احکام'' پر مبنی ہے۔ اس باب میں حضرت مفتی عبدالواحد، کی جانب سے تحریر فرمودہ مسائل میں سے چند کا انتخاب بھی یہاں افادۂ عام کے لیے دیا جا رہا ہے:

❑ ''مسئلہ: جیسے قلم سے تصویر بنانا ناجائز ہے، ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا اور ویڈیو بنانا بھی ناجائز ہے''۔

''تصاویر کے دیکھنے کا حکم''

❑ ''مسئلہ: جن تصاویر کا بنانا اور گھر میں رکھنا ناجائز ہے، ان کا ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے، البتہ تبعاً بلا قصد نظر پڑ جائے تو مضائقہ نہیں۔ جیسے کوئی اخبار یا کتاب ہو، جس میں تصویریں ہوں، مقصود اس کا مضمون دیکھنا ہے۔ بلا ارادہ تصویر بھی سامنے آجاتی ہے، اس کا مضائقہ نہیں۔

❑ مسئلہ: سینما اور ویڈیو کی ممانعت کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ اس میں تصاویر دکھلائی جاتی ہیں۔''

''جس مکان میں تصاویر ہوں اس میں داخل ہونا''

❑ مسئلہ: ایسے مکان اور خیمہ وغیرہ میں داخل ہونا جائز نہیں جس میں ممنوعہ تصاویر ہوں۔

❑ مسئلہ: تصویر والے مکان میں اگر کوئی مریض ہو، اس کی عیادت کرنے کے لیے بھی بغیر ضرورت کے وہاں جانا جائز نہیں۔

❑ ''مسئلہ: اگر کسی دوسرے شخص کے مکان میں ممنوعہ تصاویر ہوں اور وہاں جانے کی کوئی شرعی یا معاشی مجبوری ہو اور اس پر قدرت نہ ہو کہ تصاویر کو ہٹا دیں تو ایسے مکان میں جانا اور بقدر ضرورت بیٹھنا جائز ہے''۔

''تصویر والے کپڑے یا مکان میں نماز پڑھنا''

❑ ''مسئلہ: جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ بہت چھوٹی تصویر کا مضائقہ نہیں۔

❑ مسئلہ: جس مکان میں ممنوعہ تصویریں لگی ہوں یا معلق ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر تصویریں قدموں کے نیچے ہوں تو اگر سجدہ تصویر پر نہ کیا گیا تو بعض حضرات کے نزدیک جائز ہے اور بعض اس کو بھی مکروہ فرماتے ہیں۔

❑ مسئلہ: تصویر کے قدموں کے نیچے ہونے کے علاوہ سب صورتوں میں نماز مکروہ ہے، لیکن کراہت کے درجے مختلف ہیں۔ سب سے سخت کراہت اس تصویر میں ہے جو نمازی کے سامنے قبلے کی جانب میں ہو۔ پھر وہ جو نمازی کے سر کے اوپر لٹکی ہوئی ہو، پھر وہ جو اس کی دائیں جانب لگی ہو، پھر وہ جو بائیں جانب لگی ہو اور سب سے کم کراہت اس میں ہے جو نمازی کی پشت کی طرف لگی ہو۔

❑ مسئلہ: فلم اور ویڈیو کے ذریعے حج اور دیگر عبادات کی انسانی تصویر کے ساتھ تعلیم دینا، اسی طرح کسی کے درس کی ویڈیو فلم بنانا اور دیکھنا بھی جائز نہیں۔''

(''مسائل بہشتی زیور'' حصہ دوم، معاملات، باب:62، بعنوان ''تصویر و مجسمہ کے احکام'') (جاری ہے)

عذاب یافتہ قومیں، فرعونوں کے اہرام اور قرآن مجید

انجینئر مختار فاروقی

قرآن مجید آسمانی کتاب ہے ایک سچی، حتمی اور 'کتاب عزیز' یعنی ایک نادر کتاب ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ نظری طور پر تورات، زبور اور انجیل بھی آسمانی کتابیں تھیں مگر صدیوں کے تاریخی سفر میں ان کتابوں کے ماننے والے اپنی کتابوں کو محفوظ نہیں رکھ سکے کہ وہ اب انسانوں کے مطالعہ کے لیے موجود ہوں۔ یہود و نصاریٰ خود اس بات کے قائل اور شاہد ہیں کہ ان کی کتابیں اب صفحۂ ہستی پر عام انسانی دسترس میں نہیں ہیں۔ (یہ الگ بات ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ ہی نے اپنے پاس کہیں چھپا لی ہوں) نتیجے کے طور پر آج جو بائبل ملتی ہے اس میں عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کی تقسیم ہے، عہد نامہ قدیم میں تورات اور زبور شامل ہے اور عہد نامہ جدید میں انجیل کے چار علیحدہ علیحدہ نسخے طبع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں اس میں ڈال دی گئی ہیں اور اس کا نام ہے بائبل (آسمانی کتاب تورات، زبور اور انجیل کا مجموعہ)۔ ان کتابوں کے تراجم دنیا بھر کی قابل لحاظ تمام زبانوں میں ملتے ہیں تاہم ان کتابوں کا اصل متن جس کا یہ ترجمہ ہیں، وہ دنیا سے مفقود ہے۔

اس پس منظر میں قرآن مجید دنیا کی واحد موجود (READILY AVAILABLE) آسمانی کتاب ہے جو متن کے ساتھ دنیا میں موجود ہے اور اس کتاب کے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ایک محفوظ کتاب ہے، تراجم میں اختلاف تو فطری امر ہے مگر متن کا محفوظ اور غیر اختلافی ہونا

یقیناً ہر انسان کے لیے اس کتاب کی اہمیت کو بہت بڑھا دیتا ہے۔ سابقہ کتابوں کے متن اگر موجود ہوتے تو بھی قرآن مجید چونکہ ان سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام اوران کی لائی ہوئی شریعتوں اور تعلیمات کا مُهَيۡمِن ہے لہٰذا عمل تو قرآن مجید ہی پر ہونا ہے تاہم سابقہ اصل متون ایک کلاسیکل لٹریچر کے طور پر ریسرچ سکالرز (RESEARCH SCHOLARS) کے لیے مدد ومعاون بنتے ہیں اور انسانیت کو قرآن مجید تک نظریاتی اور ذہنی رسائی میں آسانی ہوجاتی ہے۔ آج بائبل کے جو نسخے ملتے ہیں اگرچہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف منسوب ہیں مگر ان میں انبیاء کرام علیہم السلام کا جو کردار پیش کیا گیا ہے وہ کردار ایک عام انسان کے کردار سے بھی بہت گھٹیا ہے کجا یہ کہ وہ کسی نبی کی سیرت کا عکس ہو۔ اَعاذنا الله من ذالك۔

تخلیق انسانی

قرآن مجید میں تخلیق انسانی کا تذکرہ ہے اور مقصد تخلیق انسانی کا بھی۔ قصہ آدمؑ کے ساتھ ابلیس کا بھی تذکرہ ہے۔ پھر حضرت انسان کے لیے ایک طرف تجرباتی علوم اور دوسری طرف علومِ وحی یا علومِ انبیاء کا بھی ذکر ہے۔

تجرباتی علوم کے ذریعے انسان نے دیگر شعبوں میں ترقی کے ساتھ ساتھ تاریخ کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ کر محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کوشش بہت حد تک کامیاب کوشش ہے۔ قرآن مجید چونکہ اِلہامی کتاب (REVEALED BOOK) ہے لہٰذا خالق ارض وسماء نے بھی اس کتاب میں اہم تاریخی حقائق ومعارف بیان کیے ہیں۔ علومِ وحی کی اہمیت اور حتمیّت تو اس کتاب کا موضوع ہے ہی، اسی لیے قرآن مجید نے تاریخ کے باب میں اصولی طور پر عروج وزوال کی تاریخ بیان فرمائی ہے۔

تاریخ انسانی

تاریخ انسانی یقیناً ایک وسیع علم ہے اور اس علم کے لیے کام کرنے والے صاحب ہمت وعزیمت لوگوں نے اس کو محفوظ بھی کرنے کی اپنے تئیں کوشش کی ہے تاہم اس علم میں بادشاہوں راجوں مہاراجوں کی پسند وناپسند کا بڑا دخل رہا ہے۔ ہر آنے والا صاحب اقتدار چونکہ لڑ بھڑ کر اور

میدانِ جنگ میں جیت کر اپنی سلطنت بناتا تھا لہٰذا سابقہ اہلِ اقتدار جن سے اقتدار چھینا گیا تھا ان کی تاریخ کو عام طور پر انسانی ہاتھوں نے مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہاں آ کر انسان کو قرآن مجید کی تاریخ نگاری اور قانونِ عروج و زوال کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ ایک غیر جانبدار آنکھ اس تاریخ کو کس نگاہ سے دیکھتی ہے۔

قرآنِ مجید ’کلام اللہ‘ ہے۔ لہٰذا اس کلام میں ایک ایسی ہستی کی طرف سے تاریخ انسانی بیان ہوتی ہے جو خالق ارض و سماء ہے انسانیت کا خالق ہے رب بھی ہے انسان سے محبت کرنے والا بھی ہے اس نے انسانیت کے لیے جسمانی رزق کا بھی بندوبست کیا ہے تو روحانی اور نظریاتی تغذیہ کا اہتمام بھی کیا ہے۔ انسانیت کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی شکل میں انسانوں کو نمونہ بنا کر بھیجا ہے تحریری ہدایت اور رہنمائی دی ہے اور رسولوں علیہم السلام کے ہاتھوں جدوجہد کے ذریعے حق کو واضح کیا ہے اور اس کا بول بالا بھی کیا ہے اور باطل کو سرنگوں کر دکھایا ہے اور بے بنیاد بھی ظاہر کیا ہے۔ باطل کی سرپرست قوتوں اور شیطانِ لعین سے نسل انسانی کو متنبہ بھی کیا ہے؛ اسی لیے شیطان کو انسان دشمن، وحی دشمن، خدا دشمن، خیر دشمن، قرآن دشمن اور رسول دشمن کا لقب دیا ہے۔

قانونِ عروج و زوال

قرآنِ مجید میں انفرادی سطح پر بھی نفع و نقصان، خیر و شر اور حق و باطل کے مختلف روپ اور انداز واضح کیے گئے ہیں اور اجتماعی سطح پر حکومتوں ریاستوں بادشاہتوں اور تہذیبوں کے لیے بھی رہنمائی موجود ہے اور صحیح و غلط، خیر و شر اور خوب و ناخوب کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس ضمن میں چونکہ اجتماعی بگاڑ زیادہ وسیع اثرات کا حامل ہوتا ہے اور کروڑوں انسانوں کو انفرادی حیثیت میں نقصان سے دوچار کر جاتا ہے لہٰذا انفرادی سطح کے بگاڑ کی اصلاح کی خاطر بھی قرآن مجید میں اجتماعی بگاڑ کی اصلاح کو بہت اہم قرار دیا گیا ہے اور تہذیبوں اور بادشاہتوں کے عروج و زوال پر ایسی ہدایت درج کر دی گئی ہے کہ عام انسان بھی اس سے رہنمائی حاصل کر سکیں اور اچھے بُرے حاکموں اور بادشاہوں کو پہچان سکیں، اپنے دوست اور دشمن سے واقف ہوں اور اپنی عقل و فطرت کی رہنمائی میں صراطِ مستقیم پر چل سکیں اور اجتماعی سطح پر بادشاہوں حکیموں فلسفیوں مطلق العنان خدائی کے دعویداروں کو بھی ایسے لطیف انداز اور پیرایۂ بیان میں سمجھایا ہے کہ وہ بھی اگر

'دلِ حق شناس' رکھتے ہوں، زندہ دل اور زندہ ضمیر کے مالک ہوں، تو عبرت حاصل کر کے توبہ کریں اور یوں دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

قرآن مجید کے مخاطبین اوّل اور ان کے علاقے کی تہذیبیں

جزیرہ نمائے عرب (بالخصوص حجاز) کے لوگ ہی قرآن مجید کے مخاطبینِ اوّل ہیں لہٰذا یہ بات قرین قیاس ہے کہ قرآن مجید میں صرف اُن پیغمبروں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے جو جزیرہ نمائے عرب کے قرب و جوار میں آئے تھے اور اُنہی تہذیبوں کو بطورِ مثال پیش کیا گیا ہے جو مکہ مدینہ سے تقریباً 1000 کلومیٹر کے نصف قطر میں تھیں۔

یہ تذکرہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اسلام کے پھیلاؤ کے بعد مسلمانوں کا واسطہ پہلے مرحلہ میں انہی علاقوں کے لوگوں سے پڑنے والا تھا۔ ان پیغمبروں اور تہذیبوں کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:۔(ہم یہاں یہ تذکرہ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے درج کر رہے ہیں)

(1) حضرت نوح علیہ السلام آپ علیہ السلام کا زمانہ 4500 سے 5000 ق م کا ہے۔ عراق کے علاقے میں دو دریا دجلہ و فرات بہتے ہیں ان کے دوآبہ میں نینوی نام کی آبادی تھی وہاں حضرت نوح علیہ السلام نے 950 سال دعوت اِلی اللہ کا کام کیا مگر صرف 60-70 افراد ایمان لائے ان کی اپنی اولاد میں سے ہی یہ کچھ لوگ تھے تمام اولاد بھی ایمان نہیں لائی۔ بالآخر قوم پر سیلاب (طوفان) کا عذاب آ گیا۔ اہل ایمان کو ایک پہلے سے تیار کردہ کشتی میں بچا لیا گیا جبکہ کافر سب کے سب غرق ہو گئے۔ قرائن ایسے ہیں کہ اس وقت شاید صرف اسی علاقے میں انسانی آبادی تھی۔ صرف اہل ایمان بچے، جو بعد میں پوری دنیا میں پھیل گئے۔ آج کی اکثر انسانیت حضرت نوح علیہ السلام ہی کی اولاد ہے اسی لیے حضرت نوح علیہ السلام کو 'آدمِ ثانی' بھی کہا جاتا ہے۔

(2) حضرت ہود علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کی ایک شاخ جنوب کی طرف بڑھتے بڑھتے آج کے ملک یمن میں پہنچی وہاں آباد ہوئی پھلی پھولی اور خوب پھیل گئی آسودگی حاصل ہوئی ترقی ہوئی۔ قرآن مجید (سورۃ الفجر) کے مطابق اس زمانے میں ان جیسی کوئی اور ترقی یافتہ قوم روئے ارضی پر نہیں تھی۔ کئی انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے مگر قوم نے انکار کر دیا پھر حضرت ہود علیہ السلام تشریف لائے قوم نے تکذیب و انکار کیا تو عذاب آ گیا۔ اہل ایمان اور رسول ہود علیہ السلام

کو بچالیا گیا۔ حضرت ہود علیہ السلام کا زمانہ حضرت نوح کے تقریباً چھ سات سو سال کے بعد کا ہے 4000 ق م کے لگ بھگ۔

(3) حضرت صالح علیہ السلام یمن کے عذاب سے اہل ایمان بچ کر نکلے تو کچھ لوگ آج کے مدینہ منورہ سے اوپر جا کر آباد ہوئے۔ یہ وسیع علاقہ آج کے اردن، مغربی عراق، کویت، شمالی سعودی عرب وغیرہ کو محیط تھا۔ وہاں اس قوم نے ترقی کی۔ زراعت اور پہاڑوں میں عمارات کی تعمیر میں اس قوم نے دنیا میں نام پیدا کیا۔ کئی انبیاء کرام علیہم السلام آئے قوم نے اصلاح قبول نہیں کی بالآخر حضرت صالح علیہ السلام تشریف لائے۔ قوم نے اپنی ترقی اور دنیاوی جاہ وجلال کی وجہ سے مجموعی طور پر کفر و تکذیب کا راستہ اختیار کیا۔ ناقۃ اللہ (اونٹنی) کا معجزہ ظاہر ہوا مگر بے سود۔ بالآخر قوم پر عذاب آ گیا اہل ایمان اور حضرت صالح علیہ السلام کو بچالیا گیا۔ اس قوم کی تہذیب کو پیٹرا (PETRA) کی تہذیب کہا جاتا ہے اور اس کے آثارِ قدیمہ اس وسیع علائے میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کا فن تعمیر آج بھی اہل دنیا کے لیے قابل رشک ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کا زمانہ تقریباً 3200 ق م تھا۔

(4) حضرت لوط علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام کی معیت میں اہل ایمان مدائن صالح سے ذرا شمال میں ایک بحیرہ کے کنارے جا کر آباد ہوئے۔ آہستہ آہستہ تجارتی سرگرمیوں کی وجہ سے اس قوم نے ترقی کی اور عروج حاصل کیا اس قوم کے مراسم دور دراز تک یورپ ہند اور چین تک تھے اس قوم میں مردوں کا مردوں سے برا فعل کرنا (SODOMY) یا HOMOSEXUALITY کا رواج عام تھا۔ قرآن مجید میں اس پر کئی تبصرے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اس قوم کو سمجھایا مگر قوم نے کفر کیا۔ بالآخر اس قوم پر بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور تباہ و برباد کر دی گئی۔ سمندر کا پانی عذاب کی وجہ سے کھارا ہو گیا۔ آج یہ سمندر بحیرۂ مردار (DEAD SEA) کہلاتا ہے۔ یہ واقعہ تقریباً 1900 ق م کا ہے۔ (اب ملک اسرائیل نے اس سمندر کے پانی کو مصنوعی طور پر قابل استعمال بنا کر آباد کر لیا ہے اور اس علاقے کو سیر گاہ (TOURSIST POINT) بنا دیا ہے۔

(5) حضرت شعیب علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ آج کے مصر کی طرف

جانے والے راستے پر جا کر آباد ہوئے جو تجارتی شاہراہ تھی۔خوب ترقی ہوئی اور آسودہ حال قوم کے طور پر یہ لوگ اُبھرے۔ یہ لوگ تاجر پیشہ تھے اوران میں تجارت کے پیشہ سے متعلق بہت ساری خرابیاں تھیں۔حضرت شعیب علیہ السلام تشریف لائے قوم کو سمجھایا مجموعی طور پر قوم نے کفر وتکذیب کی راہ ہی اختیار کی اور بالآخر عذاب خداوندی آ گیا اور قوم کو تباہ کر دیا گیا۔اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ یہ واقعہ تقریباً حضرت لوط علیہ السلام کے تھوڑے عرصے بعد کا ہے۔

(6) حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ 2000ق م سے 2100ق م کا ہے۔حضرت ابراہیم نے اپنے چھوٹے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کو فلسطین میں آباد کیا۔ جہاں ان کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے پھران کی اولاد میں بارہ بیٹے تھے۔گیارہویں بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام تھے حضرت یوسفؑ بعد میں مصر کے بادشاہ بن گئے اور پورا خاندان مصر منتقل ہو گیا کافی عرصہ بعد وہاں مقامی افریقی لوگ (قبطی) حکمران ہوئے۔اس قوم کے بادشاہ 'فرعون' کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ایک خاندان تھا بادشاہوں کے نام الگ ہیں۔ فرعون بادشاہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد (جو بنی اسرائیل کہلاتی تھی) کو غلام بنالیا ان سے بیگار لیتے تھے اورانہیں دبا کر رکھا ہوا تھا۔

- اس قوم میں تقریباً 1350-1300ق م حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔فرعونوں کو دعوت دی۔فرعون خدائی کے دعویدار تھے بت پرستی کا نظام تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی آپ علیہ السلام نے فرعون بادشاہوں کو دعوت حق دی مگر مجموعی طور پر فرعون بادشاہ اور اس کی رعایا نے کفر کا راستہ اختیار کیا۔قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے حالات قدرے تفصیل سے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:۔
- قرآن مجید میں حضرت محمد ﷺ کا تذکرہ اوراحوال سب سے زیادہ ہیں اس لئے کہ یہ قرآن انہیں پر نازل ہوا تھا۔آپ ﷺ کے بعد جس پیغمبر کا سب سے زیادہ تذکرہ ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش تو بنی اسرائیل میں ہوئی مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ کی پرورش وقت کے فرعون بادشاہ کے ہاں ہوئی شاہی محل میں پلے بڑھے، پہلے اس فرعون بادشاہ

(رعمیسس ثانی) کی اولاد نہیں تھی پھر اس کی اولاد بھی ہوگئی اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا۔ وہ بیٹا (منفتاح) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم عمر تھا اور ساتھ پلا بڑھا تھا۔

- فرعون بادشاہوں کے دور میں مصر میں خوشحالی تھی اور ترقی تھی قوم آسودہ حال تھی۔ مگر بنی اسرائیل کو اُنہوں نے غلام بنا رکھا تھا (جیسے 1947ء سے پہلے ہم مسلمان انگریزوں کے غلام تھے)

- فرعون بادشاہ یکے بعد دیگرے آئے اور دنیاوی حیثیت کی وجہ سے خدائی کے دعویدار بن گئے۔ ان کا رواج اور رسم یہ تھی کہ ہر بادشاہ جب تخت نشین ہوتا تو اپنے لیے اپنی پسند کا مقبرہ بنوانا شروع کر دیتا۔ فرعون بادشاہوں کا خاص طرزِ تعمیر تھا۔ وہ مخروطی شکل کی عمارتیں بناتے تھے جو بہت دیوہیکل ہوتی تھیں اور پہاڑوں کی طرح بلند ہوتی تھیں یہ عمارتیں آج اہرامِ مصر کے نام سے پہنچانی جاتی ہیں۔ فرعونوں نے یہ عمارتیں دور دراز سے پتھر لا کر اور خاص اہتمام سے تعمیر کرائی تھیں آج بھی انسان کو ان کا طرزِ تعمیر ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ ان بادشاہوں کو ان پر بڑا ناز تھا۔

- حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جوانی میں ہی ایک قبطی قتل ہوگیا تھا اس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مشرق کی طرف صحرائے سینا کے پار چلے گئے تھے۔ وہاں آپ نے کافی وقت گزارا، شادی کی، بکریاں چرائیں اور تقریباً 18-20 سال بعد واپس مصر کا سفر اختیار کیا۔

- خاندان اور ریوڑ کے ساتھ واپسی پر صحرائے سینا میں ہی طور پہاڑ پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہوئی اور تورات عطا ہوئی اور حکم ہوا کہ (فوراً) فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو نصیحت فرماؤ وہ سرکشی کر رہا ہے۔

- حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر پہنچے تو وہ فرعون جس نے موسیٰ علیہ السلام کو محل میں پالا تھا وہ سبکدوش ہو چکا تھا اور اس کا بیٹا (جو موسیٰ علیہ السلام کا ہم عمر اور کلاس فیلو تھا) تخت نشین تھا۔ آپ نے اس کو دعوت دی، عصا اور ید بیضا کا معجزہ دکھایا، مگر بے سود یکے بعد دیگرے 9 معجزے ظاہر ہوئے مگر وہ لوگ حق کی طرف آنے سے گریز کرتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلام قوم کا فرد ہونے کے باوصف فرعون کا کوئی رُعب نہیں پڑا۔ موسیٰ علیہ السلام اس کے کلاس فیلو ہونے کی وجہ سے بے تکلف بغیر آدابِ شاہی کے بات کرتے رہے اور ترکی بہ ترکی جواب دیے۔ بادشاہ کے مصاحب اس پر حیران تھے۔

◐ بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعونوں کی غلامی سے لے کر نکل پڑے اور مشرق کی طرف چل دیے آگے سمندر کا ایک ٹکڑا حائل تھا (خلیج سویز) وہاں معجزہ ظاہر ہوا اور عصا مارنے سے وہ پانی ہٹ گیا۔ خشک راستہ پیدا ہو گیا اور پوری قوم بنی اسرائیل (تقریباً چھ لاکھ افراد) پار چلے گئے۔

◐ بنی اسرائیل کے پیچھے پیچھے تعاقب کرتے ہوئے فرعون اپنی فوج اور سرداروں کے ساتھ آرہا تھا کہ پانی دوبارہ جاری ہو گیا اور فرعون اپنی تمام فوج اور سرداروں سمیت غرق ہو گیا۔ اس طرح بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات مل گئی۔

فرعون اور اہرام مصر

قرآنِ مجید میں قومِ عاد، قومِ ثمود اور قومِ فرعون کی تباہی کے ضمن میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے زمانے میں بہت ترقی یافتہ قومیں تھیں اور اس ترقی میں ان پر جب ایک دو صدیاں گزر گئیں تو وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ہدایت والا راستہ ترک کر کے عیاشی اور کفر و شرک کے راستے پر چل پڑے گمراہی کے اس راستے پر چلنے سے ان کے نظریات خدا بیزاری اور دین دشمنی کے بن گئے مزید ترقی کے ساتھ ان کے نظریات کے مطابق ان کے کھیل کود کے طریقے، ان کے مشغلے اور ان کا فن تعمیر بھی ایک خاص رنگ اختیار کر گئے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ O اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ O الَّتِىۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِى الۡبِلَادِ O وَ ثَمُوۡدَ الَّذِيۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ O وَ فِرۡعَوۡنَ ذِى الۡاَوۡتَادِ O الَّذِيۡنَ طَغَوۡا فِى الۡبِلَادِ O فَاَكۡثَرُوۡا فِيۡهَا الۡفَسَادَ O فَصَبَّ عَلَيۡهِمۡ رَبُّكَ سَوۡطَ عَذَابٍ O اِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِ O (89:6-14)

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ (جو) ارم (کہلاتے تھے اتنے) دراز قد کہ تمام ملک میں ایسے پیدا نہیں ہوئے تھے اور ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی میں پتھر تراشتے (اور گھر بناتے) تھے اور فرعون کے ساتھ (کیا کیا) جو خیمے اور میخیں رکھتا تھا۔ یہ لوگ ملکوں میں سرکش ہو رہے تھے اور ان میں بہت سی خرابیاں کرتے تھے تو تمہارے ربّ نے ان پر عذاب کا کوڑا نازل کیا

بے شک تمہارا ربّ تاک میں ہے"

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ان اقوام کے تعمیراتی کمالات کا تذکرہ کیا ہے۔قومِ عاد کے بارے میں فرمایا:

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِO الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِیْ الْبِلَادِO

(نمایاں اوراونچے) ستونوں والے (رہائشی) باغات، ایسی قوم

کہ اس جیسی اس وقت (روئے ارضی پر) کوئی قوم نہیں تھی

اس قوم کے کھنڈرات وقت کے ساتھ مٹ گئے تاہم اونچے ستونوں کا رواج آج بھی دنیا میں ہے ہمارے ہاں بھی کوٹھیوں کے فرنٹ پر اونچے ستونوں کا رواج آ گیا ہے یہ رواج ابھی تو وائٹ ہاؤس سے آیا ہے مگر وائٹ ہاؤس نے بھی دراصل قومِ عاد سے ہی لیا تھا۔

____اور قومِ ثمود کے بارے میں فرمایا:

وَ ثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِO

اور (قومِ) ثمود جنہوں نے اس وادی میں پہاڑوں میں مکان تراشے

اس قوم کے کھنڈرات (پیٹرا کی تہذیب کے نام سے) اب بھی سعودی عرب کے شمالی حصہ، اُردن، فلسطین وغیرہ میں موجود ہیں اور ٹورازم کے فروغ کا ذریعہ ہیں۔

____اور قومِ فرعون کے بارے میں فرمایا:

وَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ O ''اور فراعنہ جو پہاڑوں والے تھے"

یعنی فراعنہ مصر کا طرزِ تعمیر اور ان کی ترقی کی علامت وہ 'مصنوعی پہاڑ' تھے جو اُنہوں نے بنائے۔ چونکہ پہلے دو قوموں کے فن تعمیر کا ذکر ہے اور تبصرے میں اللہ تعالیٰ نے تینوں قوموں کا تذکرہ مشترکہ طور پر کیا ہے لہٰذا اقرین قیاس یہی ہے کہ یہاں پہاڑوں سے مراد فراعنہ مصر کا فن تعمیر ہی ہے۔

اَوْتَاد____ کیا ہیں؟

'اوتاد' اور 'ذِی الْاَوْتَاد' سے کیا مراد ہے؟ یہ ذرا تفصیل طلب بات ہے۔آیئے غور کرتے ہیں

وتد ـــــ کے معنی ٹیلہ یا پہاڑ کے ہیں۔

وتد ـــــ جوتوں میں لگائے گئے 'کوکا' یعنی 'ابھار والی چیز' کو بھی کہتے ہیں۔

ذوالاوتاد ـــــ پہاڑوں والے۔

ہمارے متقدمین مفسرین نے پہاڑوں والے فرعون ہی مراد لیا ہے تاہم تاریخی طور پر دیکھیں تو یہ بات اب گزشتہ ایک صدی سے عیاں ہے مصر میں دریائے نیل کے کنارے کئی (بیسیوں) ایسی مخروطی شکل کی انسانی ہاتھوں کی تعمیر کردہ پتھر کی عمارتیں، جن میں بت پرستی کے نشانات اور آثار بھی ہیں، دریافت ہوچکی ہیں۔ ماہرین تاریخ ان آثار کا زمانہ 3800 سے 3300 ق م ہی بتاتے ہیں ان کی تفصیلات بڑی عجیب ہیں۔ ان کا فن تعمیر بڑا مسحور کن اور مافوق الفطرت (SUPER HUMAN) لگتا ہے اور ـــــ یہ بھی حقیقت ہے کہ قومِ عاد کے فن تعمیر اور قومِ ثمود کے فن تعمیر کی طرح یہ فن تعمیر بھی ـــــ اَلَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ کی طرح نہ پہلے تھا نہ بعد میں۔

اہراموں کی ذرا تفصیل

(1) ان اہراموں کی تفصیلات یہ ہیں کہ یہ عمارت مربع شکل کی بنیادوں پر بنائی گئی ایک عمارت ہوتی ہے جو اُوپر سے مرکز میں ایک نقطہ پر جا کر مل جاتی ہے۔

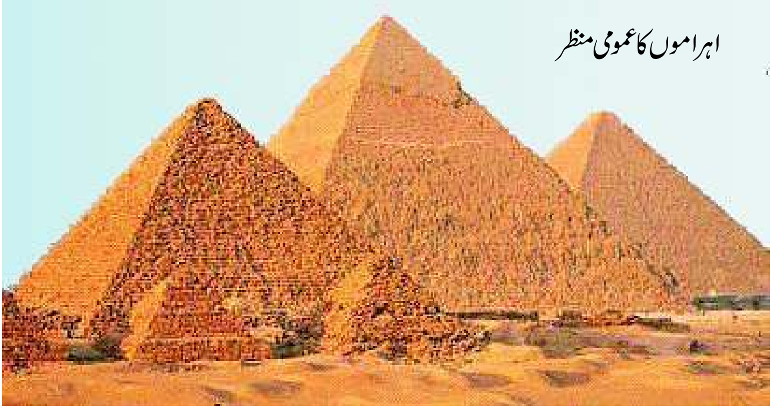

اہراموں کا عمومی منظر

(2) تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ فراعنہ مصر حضرت یوسف علیہ السلام (یعنی بنی اسرائیل) کے دورِ حکومت کے بعد حکمران بنے اور اُنہوں نے مصر میں بنی اسرائیل (سابقہ شاہی خاندان کو) اپنا

کو) اپنا غلام بنالیا۔

(3) قرائن سے اس تہذیب کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ فراعنہ جلد ہی اپنے اقتدار کے نشے میں مغرور ہو کر اللہ، آخرت اور رسالت کو بھلا بیٹھے اور دنیادار بن گئے اور دنیاوی ترقی کے نشے میں مصلحین کا بھی کوئی اثر قبول نہ کیا۔ اگلے مرحلے میں خود خدائی کے دعویدار بن گئے اور عوام کے لیے بدترین استحصالی نظام رائج کیا اور بت پرستی کو فروغ دیا۔

(4) ہر فرعون بادشاہ اپنی زندگی میں ہی (تخت نشینی کے بعد) اپنا 'مقبرہ' بنانا شروع کر دیتا تھا اور اپنا 'من پسند' مقبرہ تعمیر کراتا تھا۔ شروع شروع میں حکومت کے مالی وسائل کم تھے تو چھوٹے چھوٹے اہرام بنے مگر آہستہ آہستہ دنیاوی عروج ہوا تو بڑے بڑے اہرام وجود میں آتے چلے گئے۔

(5) سب سے بڑا اہرام جو دریافت ہو چکا ہے وہ 'خوفہ' کا اہرام ہے جو غالباً فراعنہ مصر میں سے سب سے بڑا مطلق العنان حکمران تھا (جیسے مغلوں میں اکبر مغل اعظم علیہ ماعلیہ)

یہ سب سے بڑا اہرام 16 ایکڑ رقبے پر ایک ہی عمارت ہے جو 480 فٹ اُونچی ہے (لاہور میں واپڈا ہاؤس 110 فٹ، کراچی میں حبیب بنک بلڈنگ 250 فٹ اُونچی ہے اور تربیلا ڈیم کی دیوار 483 فٹ بلند ہے) اس کے اندر کئی راستے بنائے گئے تھے اور بے شمار کمرے، درجہ بدرجہ انتظار گاہیں، آرام گاہیں، بت خانے بنائے گئے ہیں۔ فراعنہ کے عقیدہ کے مطابق بادشاہوں کی لاشیں حنوط کر کے اصلی انسانی شکل میں اہراموں کے اندر ہال میں سجادی جاتی تھیں اور سونے چاندی کے ڈھیر بھی رکھ دیے جاتے تھے۔

(6) خوفہ کے اہرام میں بڑے بڑے پتھر لگا کر تعمیر مکمل کی گئی ہے پتھر کا سائز 10ft×10ft×10ft یعنی ایک ایک پتھر ایک چھوٹے کمرے کے برابر ہے اور کمالِ فن یہ ہے کہ ان پتھروں کو اتنی خوبصورتی، نفاست اور مہارت سے کاٹا اور جوڑا گیا ہے (جیسے ہمارے ہاں اینٹوں کو سیمنٹ سے جوڑ کر مکان تعمیر کرتے ہیں) کہ جوڑ میں سے VISITING CARD یعنی کارڈ بھی داخل نہیں کیا جاسکتا۔

(7) حیرت کی بات یہ ہے کہ جس علاقے میں یہ اہرام بنائے گئے ہیں اس کے آس پاس 100 کلومیٹر تک کوئی پہاڑی علاقہ بھی نہیں جہاں سے امکانی حد تک یہ پتھر لائے گئے ہوں

دوردراز علاقے سے ایسے بڑے بڑے پتھر لانا ان کو کاٹنا اُٹھانا اور کئی سوفٹ اُونچائی پر مہارت سے نصب کرنا یہ کمالات آج بھی عام انسانوں حتیٰ کہ ماہرین تعمیرات کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈالے ہوئے ہیں۔اسی لیے ان اہرام مصر کو دنیا کے سات عجائبات (SEVEN WONDERS OF HISTORY) میں شمار کیا گیا ہے۔

(8) ان اہراموں کی تعمیر میں زیادہ امکان ہے کہ بنی اسرائیل، جو کہ غلام بنا لیے گئے تھے انہی سے بیگار لے کر بنائے گئے ہیں اور ان میں اس قوم کا خون پسینہ شامل ہے۔(یہود نے اس پر فلمیں بھی تیار کر رکھی ہیں۔) قرآن مجید میں بنی اسرائیل پر فرعونوں کے مظالم کو یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَاب کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

(9) سب سے آخر میں یہ بات کہ فراعنہ مصر کے ہاں لاشوں کو محفوظ کرنے اور کیمیائی مرکّبات لگا کر محفوظ کرنے کا ایسا فن تھا کہ وہ لاشیں آج بھی (3300 سال بعد) محفوظ ہیں اور پہچانی جاتی ہیں۔

(10) انہی اہراموں میں منفتاح کا اہرام بھی ہے اور اس کی لاش بھی وہیں سے نکالی گئی تھی جو اب قاہرہ میوزیم میں رکھی ہے۔

فرعون اس شاہی خاندان کا نام ہے جیسے ہمارے ماضی میں مغل حکمران تھے۔بادشاہوں کے نام بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر وغیرہ تھے کہلاتے سب مغل تھے۔یہ تمام فرعون خدائی کے دعویدار تھے۔

یہ فرعون چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں پانی میں ڈوب کر مرا تھا اس کی لاش کو نکال کر قوم نے محفوظ کیا ہوگا۔اس فرعون کی لاش اِمتدادِ زمانہ کے ساتھ صدیوں تک محفوظ تو رہ گئی مگر اس کے پانی میں ڈوب کر مرنے کی وجہ سے پانی کے اثرات ظاہر ہوگئے اور جب بیسیویں صدی کے آغاز (1902ء) میں یہ لاش نکال کر عجائب گھر میں رکھی گئی تو موسمی حالات کے زیر اثر اس پر پھپھوندی لگ گئی جس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ وہی فرعون (منفتاح) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں غرق ہوگیا تھا۔ پھر اس کی لاش کو جدید انداز میں فرانس لے جا کر 'علاج' کے بعد دوبارہ محفوظ کر کے رکھ دیا گیا۔

اہرامِ مصر کی دریافت

یہ اہرام ایک عظیم بے خدا تہذیب کا پتہ دیتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جلد بعد چونکہ یہ علاقہ بنی اسرائیل کے زیرِنگین آ گیا تھا (سورۃ الاعراف 136-137) لہٰذا یہ عدمِ توجہی کا شکار ہو گئے اور پھر بنی اسرائیل کا اقتدار تقریباً 1000 سال تک رہا لہٰذا وقت کے ساتھ مغرب کی طرف صحرائے اعظم کے اثرات کے تحت ریت کی تہوں میں نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ تا آنکہ انیسویں صدی میں برطانوی حکومت کے زیرِانتظام مصر کی فتح کے بعد یہاں آثارِ قدیمہ کی تلاش کا سلسلہ شروع ہوا (جو یہود کی تاریخ کا ایک اہم باب تھا) تو یکے بعد دیگرے سارے اہرام برآمد ہو گئے اور فرعونِ موسیٰ کی لاش بھی نکل آئی اور یوں قرآن مجید کی 14 صدیوں قبل کی بات صد فیصد پوری ہو گئی۔ قرآن مجید میں فرعون کے غرق ہونے کے واقعہ کے ساتھ یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فرعون کی لاش کو ایک نشانی بنا دے گا اور بعد والے بھی اس سے عبرت حاصل کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّ عَدْوًا حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ○ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ○ (10:90-92)

”اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور تعدی سے ان کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ جب اس کو غرق (کے عذاب) نے آ پکڑا تو کہنے لگا میں ایمان لایا کہ جس (اللہ) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔ (جواب ملاکہ) اب (ایمان لاتا ہے) حالانکہ تو پہلے نافرمانی کرتا اور مفسد بنا رہا۔ تو آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تو پچھلوں کے لیے عبرت ہو اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں“

فرعون (منفتاح) اور اہرامِ مصر

جب فرعونِ موسیٰ کی لاش دریافت ہوکر قرآن مجید کی ایک صداقت کا نشان بن گئی تو قرآن مجید کی حتمیّت پر مہر تصدیق بھی ثبت ہوگئی اور ساتھ ان فراعنہ کے تعمیراتی شاہکار اہرامِ مصر کا مسئلہ بھی حل ہوگیا کہ قرآن مجید جنہیں 'ذوالاوتاد' فرماتا ہے کہ اس سے مراد کیا ہے یعنی فرعون اہراموں والے۔

حاصل کلام

واضح رہے کہ قرآن مجید پہاڑوں کو 'اوتاد' ہی فرماتا ہے

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا وَ الۡجِبَالَ اَوۡتَادًا (78:6-7)

''کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟ اور پہاڑوں کو (اس کی) میخیں (نہیں ٹھہرایا)؟

گو 'ذی الاوتاد' کا ترجمہ پہاڑوں والے ہی ہے تاہم اہرامِ مصر کی دریافت اور فرعون کی لاش کی نشانی کے ظہور کے بعد یہ پہاڑ انسانی ہاتھوں کے بنائے پہاڑ اہرام مصر ہیں جیسا کہ قومِ عاد کی تعمیراتی کمالات کو 'ذات العماد' کہا اور قوم ثمود کے دورِ عروج میں پہاڑوں کو تراش کر مکان بنا لینے کے عمل کو ان کا طرۂ امتیاز فرمایا۔ قرین قیاس یہی ہے کہ سورۂ فجر میں فرعونوں کے تذکرہ میں اوتاد سے مراد بھی ان کے تعمیراتی کمالات کے نشانات ان کے تعمیر کردہ اہرامِ مصر ہی ہیں۔ (واللہ اعلم)

بنی اسرائیل کی شرارتوں اور اللہ کی نافرمانیوں کی ایک طویل داستان ہے۔ ان اہراموں کی دریافت میں بھی یورپ کی 'آثارِ قدیمہ' کا محکمہ اور 'مستشرقین' کے نام سے علمی تحریک نے اسلام کے آغاز اور دورِ عروج کے علاقوں میں تحقیقات کر کے جغرافیائی، تاریخی، علمی، تہذیبی، لسانی اور تعمیراتی فن کی ترقی کے کھوج لگائے جس پر کھدائیاں ہوئیں ہر علاقے میں قدیم تہذیبیں دریافت ہوئیں یقیناً ان کھنڈرات میں اہرام مصر کی طرح بادشاہوں اور امراء کے محلات اور گھر اور مقبرے بھی تھے جس میں بے تحاشہ سونا چاندی اور ہیرے دفن تھے۔ بنی اسرائیل اس علمی ترقی کے نتیجے میں دریافت شدہ تمام تہذیبی مراکز سے مصری اہراموں سمیت تمام خزانے لوٹ کر لے گئے اور باقی اہل علم کے لیے صرف تعمیراتی فن کی تحقیق اور رسم الخط اور عبارات اور کتبوں کی تحریروں کا کھوج لگانا چھوڑ گئے۔

یقیناً قارون (بنی اسرائیل کا ایک فرد) جو بڑے خزانے کا مالک تھا فرعونوں سے ملا ہوا تھا۔ اس کے خزانے کی چابیاں بھی کئی درجن اونٹوں پر لدی ہوتی تھیں یہ قارون خزانے سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل اس تحقیق اور کھدائیوں کی اڑی ہوئی گردوغبار میں وہ قیمتی خزانہ بھی لے گئے جس کا کسی تحقیق میں یونیورسٹیوں کے ریسرچ سکالرز کے حصے میں نہیں آیا یا اہراموں سے نکلا ہوا سونا جس کا کوئی نام ونشان اہل علم کو پتہ نہیں چلنے دیا گیا۔ حالیہ مغربی تہذیب کی چکا چوند ترقی اور علمی برتری کے عملی فائدہ یہود نے اٹھایا اور دنیا بھر کے تہذیبی مراکز کے کھنڈرات سے خزانے لوٹ کر لے گئے اور باقی اقوام صرف فن تعمیر کی تحقیق اور راستوں لمبائی، چھتوں کی اونچائی اور دیواروں کے نقش ونگار کی تحقیق کی تلچھٹ دے کر ان کو خوش کر دیا۔ ان تحقیقات کے نتائج اخذ کرنے میں بھی بنی اسرائیل کی سوچ اور SUPEREMACY کو دخل ہے تا کہ کوئی نتیجہ قرآن کی حقانیت یا اسلام کے حق میں نہ جانے پائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کی طرح کئی باتیں معجزانہ طور پر ظاہر کردیں یہ الگ بات ہے۔

اہراموں کی چند تصاویر

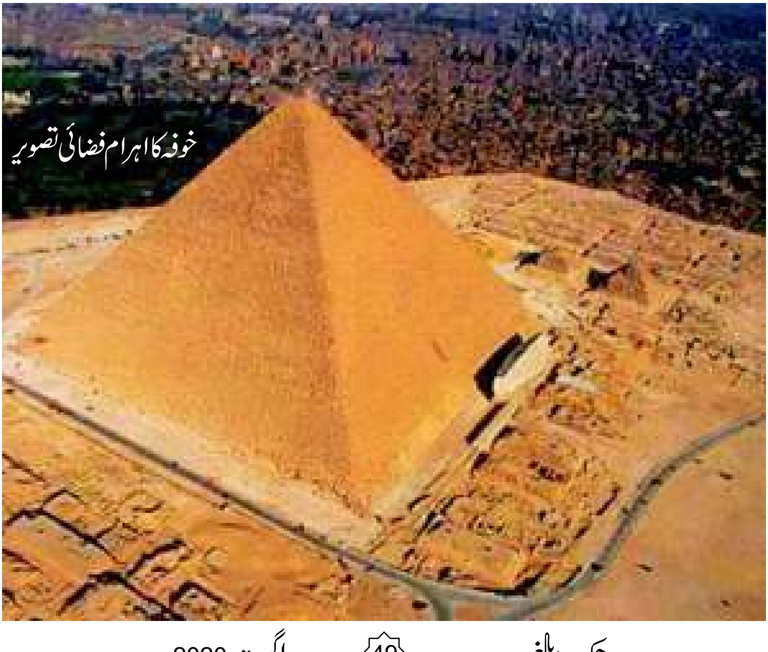

خوفہ کا اہرام

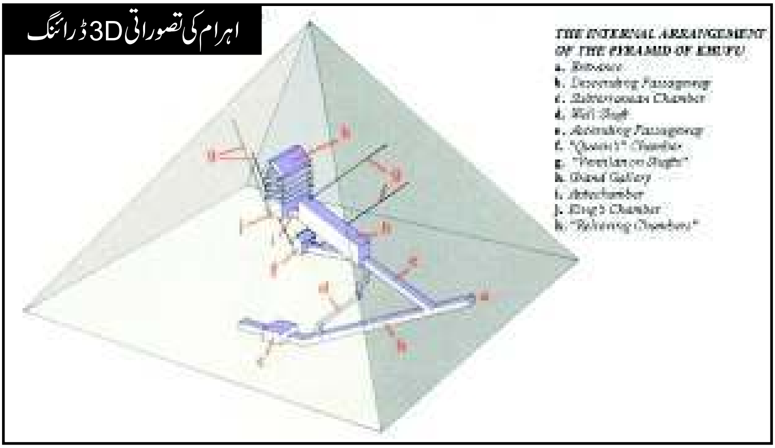

اہرام کی تصوراتی 3D ڈرائنگ

پتھروں کی تعمیر
(فوٹو میں انسان بھی نظر آ رہے ہیں)

قائد اعظم اور علامہ اقبال کے خوابوں کی تعبیر
اسلامی جمہوریہ پاکستان
ہم کیا کر رہے ہیں......؟

ابو فیصل محمد منظور انور

ؔ وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کی غلامی سے نجات اور حصول آزادی کے لیے مسلسل تحریکیں چلتی رہیں جن میں لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے لاکھوں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں نے اپنی عزتوں اور عصمتوں کی قربانیاں دیں۔ خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد جب اُمت مسلمہ کی حقیقی قیادت نہ ہونے کے باعث دنیا بھر کے مسلمان ذلت و رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے تھے تو غلامی کے ان اندوہناک حالات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم کے ساتھ اس علاقے کے مسلمانوں کو معجزے کے طور پر 27 رمضان المبارک کی مبارک رات (لیلۃ القدر) میں، 14 ؍اگست 1947ء کو ایک آزاد خطہ زمین عطا کردیا اور بالآخر ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ اِلا اللہ'' کے نعرے کی بنیاد پر مملکت پاکستان معرضِ وجود میں آئی۔ مگر بدقسمتی سے ہم نے حصولِ آزادی کے بنیادی نصب العین کلمہ طیبہ، فکرِ قائداعظم اور تصورِ علامہ اقبال کے مطابق اسے اسلامی نظریاتی فلاحی ریاست بنانے کے نظریے کو پس پشت ڈال دیا اور تمام جانی و مالی قربانیوں کو فراموش کردیا۔ مملکت خداداد میں سودی نظام کو اپنا کر اپنے ربّ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ نفاذِ اسلام کے وعدے سے انحراف کیا جس کا نتیجہ ہے کہ آج عملی طور پر ہم

ایک بار پھر آزادی کھوکر نادیدہ اسلام دشمن طاقتوں کے غلام بن چکے ہیں۔

آئینِ پاکستان 1973ء کے مطابق پاکستان کا موجودہ پارلیمانی نظام 8 عدد بلاکس پر مشتمل ہے:

1	پارلیمنٹ	342 ارکان	2	سینٹ	104 ارکان
3	پنجاب اسمبلی	371 ارکان	4	سندھ اسمبلی	168 ارکان
5	خیبر پختونخوا اسمبلی	124 ارکان	6	بلوچستان اسمبلی	65 ارکان
7	گلگت بلتستان اسمبلی	33 ارکان	8	آزاد جموں کشمیر اسمبلی	49 ارکان

یہ کل 1256 ارکان پاکستان میں حکمرانی کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے 8 ایوانوں میں بیٹھے یہ لوگ پارلیمنٹ میں آنے جانے اور پارلیمنٹ میں بیٹھنے کا بھی معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ کا اور پارلیمنٹ کی ہر کمیٹی کا اجلاس سرکاری خرچ پہ منعقد ہوتا ہے، جہاں کھانے سرکاری، بجلی سرکاری، ملازم سرکاری، چیئرمین کمیٹی کے پاس گاڑی سرکاری، ڈرائیور سرکاری، سٹینو سرکاری، پی آئی اے میں سفر کرنے کے لیے ٹکٹ سرکاری، علاج سرکاری، یہ سب ماہانہ تنخواہ کے علاوہ ہے۔ قومی اسمبلی اور سینٹ کی کل کمیٹیوں کی تعداد 69 ہے کمیٹیوں کے 69 چیئرمین کے پاس گاڑی سرکاری، شوفر سرکاری، پٹرول سرکاری۔ منتخب اراکین کی تنخواہ کی تفصیل اس طرح ہے: قومی اسمبلی ممبر کی تعداد 342، تنخواہ 3,00,000۔ سینٹ کی تعداد 104، تنخواہ 4,00,000، پنجاب اسمبلی ممبر کی تعداد 371، تنخواہ 2,50,000۔ بلوچستان اسمبلی ممبر کی تعداد 65، تنخواہ 1,25,000۔ خیبر پختونخواہ اسمبلی ممبر کی تعداد 145، تنخواہ 1,50,000۔ سندھ اسمبلی ممبر کی تعداد 168، تنخواہ 1,75,000۔ یہ صرف تنخواہیں ہیں۔ ہاؤس رینٹ، گاڑی، گھر، کیبل اور ٹکٹ، بیرون ملک دورے اور رہائش، اس میں اسپیکر، ڈپٹی اسپیکر، وزراء، وزیراعلیٰ، گورنرز، وزیراعظم اور صدر کی تنخواہیں شامل نہیں ہیں۔ مختلف اجلاسوں کے اخراجات اور بونس ملا کر سالانہ خرچ 85 ارب کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ ان لوگوں کا اصل کام عوام کی بہبود کے لیے بہتر قانون سازی کرنا اور اس کو نافذ کرنا ہے مگر اس ملک میں دو قانون ہیں ایک ان منتخب نمائندگان کے لیے اور دوسرا اس عوام کے لیے جو انہیں ایوان میں بھیجتے ہیں، ان کے لیے آج تک انہوں نے کیا کیا ہے؟ یہ پارٹیاں بدلنے، سفارشات کے عوض رشوت لینے، اپنے چمچوں اور ٹاؤٹوں کے ذریعے مال اکٹھا کرنے، ملک وملت اور عوام کے مفادات اور منشا کے برخلاف معاہدے اور فیصلے کرنے میں ہمیشہ آزاد رہے ہیں۔ ملک کی آدھی

آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے، ہسپتالوں میں غریب کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو، سرکاری سکولوں میں صرف نام کی تعلیم ہو، دفتر میں رشوت کے بغیر کوئی کام نہ ہوتا ہو، حتیٰ کہ عدالتی اہلکار تاریخ ڈالنے کے بھی پیسے لیتے ہوں، اشرافیہ اربوں لوٹ کر بھی لیڈر معزز کہلائیں مگر کوئی غریب روٹی چرالے تو پولیس کی چھترول۔ یہ مغربی جمہوریت کا کرشمہ ہے جس کا نعرہ ''عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے سے، اور عوام کے لیے'' ہے۔

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام
پختہ تر اس سے ہوئے خوئے غلامی میں عوام

کاش ہم اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کر دیتے تو قانون وانصاف کے پیمانے سب کے لیے یکساں ہوتے۔ یہ وی آئی پی کلچر نہ ہوتا اور ملک میں نا صرف امن وامان کی صورتحال مثالی ہوتی بلکہ ترقی یافتہ ممالک کی صف میں بھی کھڑا ہوتا۔ مزید براں شخصی آمریت نے بھی آئین پاکستان کو متعدد بار اپنے بوٹوں تلے روند کر ردی کی ٹوکری میں ڈالا، جس سے لولے لنگڑے جمہوری نظام حکومت کو کئی بار شدید جھٹکے لگے اور نتیجے میں قائد اور اقبال کا پاکستان دولخت ہو گیا۔ مملکت کے چاروں ستون آئین پاکستان پر عمل پیرا ہونے کی بجائے حکمرانوں کی جی حضوری کے لیے ہمیشہ آزاد رہے۔ سیاست دان آزاد ہیں کہ وہ آئین کی دفعات 62، 63 پر پورا نہ اُترنے اور اربوں کی کرپشن کے باوجود اقتدار کے مزے لوٹیں اور مختلف گروپ بنا کر حکومتوں کو گرانے اور بنانے میں اپنا استحقاق آزادی سے استعمال کریں۔ اپنی نااہلی، کم علمی کے باوجود وزارت، مشاورت اور دیگر اعلیٰ عہدے حاصل کریں۔ اسمبلی کے ارکان جعلی ڈگری ہولڈرز گریجویٹ (سیاست دان) 22 کروڑ عوام کے مستقبل کے فیصلے کرتے رہے ہیں اور اب بھی سرکاری فنڈز کے حصول، سرکاری ملازمتوں کی بندر بانٹ اپنے اپنے علاقوں میں ریاست کے اندر ریاست بنا کر اپنی حکومت بنائے بیٹھے ہیں۔ اسی طرح پاکستانی حکمران گزشتہ سات عشروں سے آزاد ہیں جو انتخابات کے مواقع پر عوام کو غربت کے گڑھے سے نکالنے ایسے جھوٹے نعرے لگا کر اور وطن عزیز کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لانے کی باتیں تو کرتے ہیں مگر عملی طور پر اس کے برعکس اقدام کرتے ہیں۔ قوم کھربوں کی مقروض ہے مگر حکمرانوں اور افسران کے اَللّے تللے جاری ہیں۔ صنعتکار، سرمایہ دار اربوں

کروڑوں روپے کے قرضے لے کر صنعتیں لگانے کی بجائے ملکی دولت غیر ممالک میں چھپا لیتے ہیں۔ اربوں روپے کے نادہندگان نیب کو مطلوب ہونے کے باوجود اقتدار کے مزے لوٹنے، دھڑلے کے ساتھ اخباری بیانات دینے اور عوام کو بیوقوف بنانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ایک طرف لاکھوں عوام خط غربت سے بھی کم معیار کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں تو دوسری طرف سول ملٹری بیوروکریسی کی ملی بھگت سے این آر او ایسا بدنام زمانہ سمجھوتہ قانون بنا کر قوم کے کھربوں روپے معاف کروانے والے قرضہ خور لوٹ مار کر کے قومی دولت ہڑپ کر لیتے ہیں۔ بڑی بڑی وارداتیں کرنے کے باوجود یہ بدمعاش معزز شہری (اشرافیہ) کہلاتے ہیں۔ انتظامیہ کے اختیارات و آزادی لامحدود ہو چکی جسے ہر شہری روزانہ دیکھتا سنتا ہے۔ سرکاری افسران اختیارات کے ناجائز استعمال میں مکمل طور پر بے خوف اور آزاد نظر آتے ہیں جو قانون شکن مجرموں کو تھانوں، کچہریوں، سرکاری دفاتر یہاں تک کہ جیلوں میں بھی عزت اور وقار کے ساتھ بٹھاتے ہیں۔ سرکاری محکموں میں کرپشن، کمیشن اور جبری رشوت کی وصولی عام ہے۔ اکثر سرکاری افسران اور ان کی بیگمات، اہل و عیال، رشتہ دار اور دیگر یار دوست تک سرکاری گاڑیاں، سرکاری بجلی و دیگر وسائل بڑے دھڑلے اور بے خوفی کے ساتھ استعمال کرنے میں آزاد ہیں جو سرکاری وسائل کے علاوہ عوام کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیتے۔ عدلیہ کچھ عرصہ کے لیے آزادی کے ساتھ فیصلے کرتی نظر آئی تھی مگر احتساب کے نام پر ہونے والے ڈرامے اور بااثر سزا یافتہ مجرموں لٹیروں کے ساتھ خصوصی امتیازی سلوک کے باعث عدلیہ پر عوام کا اعتماد بری طرح مجروح ہوا ہے۔ غریب اور امیر کے لیے انصاف کے الگ الگ پیمانے ظالمانہ نظام کی نشاندہی کرتے ہیں ایسے فیصلوں نے عدلیہ کی آزادی پر سوالیہ نشان چھوڑ دیے ہیں۔ قانون اور عدلیہ کی معاونت کرنے والے وکلاء حضرات کسی سے کم نہیں ہیں۔ حالیہ برسوں میں وکلاء گردی کے درجنوں واقعات ہو چکے ہیں جن میں عدلیہ کے ججز کی توہین کر کے انہیں یرغمال بھی بنایا گیا۔ قانون کے یہ معاون و مشیر چند ٹکوں کے عوض بڑے بڑے مجرموں کو رہائی دلا کر اپنی وکالت کا سکہ جماتے ہیں ان کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے کہ جن مجرموں کو پس زنداں ہونا چاہیے تھا ان میں سے اکثریت ضمانتوں پر رہا ہو کر بڑی رعونت کے ساتھ اسمبلی کے فلور پر کھڑے ہو کر قوم کو بھاشن دیتے

اور پریس کانفرنس کر کے سیاسی بیان بازی کرتے ہیں یا پھر بیرون ممالک بنائی گئی کروڑوں کی پرآسائش ناجائز جائیدادوں میں بیٹھے پاکستانی عوام کے دکھ درد کے قصے سنا کر مگرمچھ کے آنسو بہاتے نظر آتے ہیں۔صحافت آزاد ہے کہ بچھو کو سانپ بنادیں جس کسی کی بھی پگڑی اچھالنا چاہیں اچھال دیں۔ایک اطلاع کے مطابق 97% چینلز کو مغربی دنیا کے بڑے سپانسر کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ انہی کے اسلام دشمن ایجنڈے پر گامزن ہیں۔مقامی کاروباری امیر طبقات میں سے بھی کچھ لوگ پیسے کے بل بوتے پر اپنے اپنے چینلز اور اخبار شروع کر کے زرد صحافت کے علمبردار مافیا بن چکے ہیں جو اپنے آپ کو ہر قانون سے بالاتر سمجھتے ہیں صحافت کے شعبے کے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات ان کی ملازمتیں کرنے پر مجبور ہیں۔غیر ملکی اسلام دشمن ایجنڈے پر گامزن مختلف چینلز اخلاقی قدروں کی پامالی معاشرے میں عریانیت، بے حیائی اور بے راہ روی کو رواج دینے میں مصروف ہیں جس کے باعث عوام کی اکثریت اسلامی مذہبی تعلیمات پر عمل پیرا کے ہونے کی بجائے غیر ملکی ثقافت کو اپنا کر ہنود و یہود اور مغربی دنیا کی تقلید میں سرگرداں ہیں۔مشنری جذبات سے عاری یہ عناصر قوم کو حقائق سے آگاہی دینے یا صحیح راستہ دکھانے کی بجائے صرف اور صرف اپنے بینک بیلنس بڑھانے میں مصروف اور صحافت کی آزادی کے نام پر اپنے مفادات کے لیے سرگرداں نظر آتے ہیں۔کیبل، انٹرنیٹ اور موبائل کے بے دریغ استعمال نے اخلاقیات کا جنازہ نکال دیا ہے۔اقبال کا شاہین صفت نوجوان مغربی اور ہندی تہذیب کا رسیا بن کر اپنی شناخت تک بھول چکا ہے۔نوجوان نسل کو گمراہ کرنے کی اغیار کی سازش کامیاب ہو چکی ہے۔اسلامی تعلیمات اور اخلاقیات سے عاری اور کرپشن کی دلدل میں لتھڑی قوم کا مستقبل کیا ہوگا یہ سوچ کر دل کانپ جاتا ہے۔اسلام دشمنوں کے ایجنڈے پر گامزن روشن خیالی اور جنسی آزادی کے نام پر ننگ دین اور ننگ وطن عورتیں اپنی انجمنیں بنا کر گھٹیا اخلاق باختہ نعرے لگاتی ہیں تو اشرافیہ کے لوگ ان کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے سڑکوں پر نظر آتے ہیں۔یہاں تک کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں کچھ عرصہ پہلے اسی قبیل کی ایک فاحشہ عورت بے لباس ہو کر بڑی کمینگی کے ساتھ سڑکوں پر بے حیائی اور عریانیت کا مظاہرہ کرے مگر ہر بات کا نوٹس لینے والی عدلیہ اور حکومت وقت کوئی اقدام کرنے کی بجائے اس کی زبان گنگ ہو جائے اور اس کے خلاف کوئی

کارروائی نہ کی جائے۔مغربی تقلید میں اپنا اسلامی اور ملکی تشخص ختم کر کے معاشرتی اخلاقیات اور تقاضوں کا جنازہ نکالنے والے ملک میں پوری طرح آزاد ہیں۔ان برائیوں کو روکنے والے اسلامی و دینی سوچ کے حامل افراد اس بے راہروی کے خلاف آواز اٹھائیں فوراً قانون نافذ کرنے والے ادارے حرکت میں آجاتے ہیں یہ ہے ہمارا اسلامی جمہوریہ پاکستان مگر اسلام آباد میں مندر کی غیر قانونی تعمیر بند کیے جانے پر موم بتی مافیا بھارتی اور مغربی ایجنٹوں نے احتجاج کیا اور برملا اسلام کے خلاف باتیں کیں جسے میڈیا نے دکھایا اور ان کو روکنے والا کوئی نہیں نہیں تھا۔ ؎

ہے اہلِ دل کے لیے اب یہ نظم بسط وکشاد　　کہ سنگ وخشت مقید ہیں اور سگ آزاد

پاکستانی پولیس آزاد ہے کہ وہ ہاتھی کو چوہا ثابت کردے۔ ماڈل ٹاؤن لاہور میں 16/17 افراد کے قاتلوں اور ساہیوال میں ایک ہی خاندان کے متعدد افراد کے قاتل کی پولیس محافظ بن کر مجرموں کو پورا پورا تحفظ فراہم کرے یہاں تک دیدہ دلیری کہ چیف جسٹس آف پاکستان کے چھاپے میں پکڑی جانے والی شراب کو شہد ثابت کردے۔تفتیشی ادارے کئی کئی سال مقدمات کو لٹکائے رکھیں اور فیصلوں میں تاخیری حربے اختیار کر کے انصاف کا حصول ناممکن بنادیں۔طلبہ سائنسی اور دینی تعلیم پر توجہ مرکوز کرنے کی بجائے غیر نصابی کھیل تماشہ جیسی غیر ضروری سرگرمیوں میں مصروف ہیں جن کے آئیڈیل اسلامی شخصیات کی بجائے فلم سٹار اور کرکٹ سٹار ہیں۔نئی نسل کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے ذمہ دار مشنری جذبات سے عاری ماہرین تعلیم علم پھیلانے اور اپنے تجربات سے نونہالانِ چمن کو مستفیض کرنے کی بجائے علم فروش بن کر رہ گئے اپنی پرائیویٹ اکیڈیمیاں چلاتے ہیں یا انتظامی عہدوں پر فائز رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ہمارے ڈاکٹرز سرکاری ہسپتالوں کی بجائے اپنے گھروں یا پرائیویٹ ہسپتالوں میں مریضوں کو دیکھنے کے لیے بے تاب نظر آتے ہیں۔تاجر دکاندار گھٹیا کوالٹی کا مال فروخت کر کے، ناجائز منافع خوری، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی کرنے اور من مرضی کی قیمتیں وصول کرنے میں آزاد ہیں۔ہم گزشتہ سات عشروں سے عیدیں منا رہے ہیں رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور عید الاضحیٰ جس ہمدردی اور قربانی کا درس دیتے ہیں اس سے عاری قوم نمائشی افطاریوں پر لاکھوں روپے اڑا دیتی ہے۔

آزادی کے 73 سال مکمل ہونے پر آزاد مملکت کے آزاد لوگوں کو لاکھوں شہداء کی

روحیں آزادی کا مطلب سمجھانے کے لیے پکار رہی ہیں۔ آزاد وطن کے آزاد لوگو! ذرا سوچو، کیا اسی لیے ہم نے ملک حاصل کیا تھا؟ اور آزادی کی قدر و قیمت کو پہچانو! کہیں ایسا تو نہیں ہم آزاد لوگ ایک بار پھر غلامی کی زنجیروں میں جکڑے جا چکے ہیں۔ پوری قوم حقیقی آزادی کے صحیح مطلب سے ناآشنا ہے کہ ہم نے یہ ملک کس لیے حاصل کیا تھا۔ 50 برس قبل ملک دولخت ہوا مگر ہم نے اس سے کوئی سبق نہیں سیکھا اغیار کی اندھی تقلید نے ہمارا نصب العین، ہمارے نظریات تک ہم سے چھین لیے ہیں۔ ہم غلامی کی تاریک راہوں پر چل کر اپنے آپ کو اپنے نصب العین کو بھول چکے ہیں ہم دنیائے اسلام کی پہلی واحد ایٹمی قوت تو بن گئے۔ بھارت کشمیر، فلسطین، روہنگیا، برما، شام، عراق، افغانستان، یمن، مصر، لیبیا سمیت دیگر کئی مسلمان ممالک کی عوام پر جارحانہ انداز میں ظلم و بربریت کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں انہیں بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کیا جا رہا ہے مگر یہ ایٹمی قوت اپنا کوئی اہم کردار ادا کرنے کی بجائے خاموش تماشائی بنی نظر آتی ہے۔ اُمت مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے جس کے کسی ایک حصے کو تکلیف نہیں بلکہ پورا جسم چھلنی کر دیا گیا ہے مگر بے حسی کی انتہا ہے اور زخمی اعضا سے بہنے والے خون تک کا احساس نہیں، ہائے افسوس۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرے ملک کی عوام خوددار آزاد انسانوں کی طرح ایک صحیح اسلامی نظریاتی اور فلاحی مملکت کے ذمہ دار شہری بن کر اقوام عالم میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکیں۔ کرونا کی وبا نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے مگر وطن عزیز کی اکثریت اتنی بڑی آزمائش کے ایام میں بھی ان معاشرتی برائیوں کو چھوڑنے اور توبہ کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتی۔ اس وبا سے اور تمام پریشانیوں سے نجات کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اجتماعی سطح پر سچی توبہ کر کے اپنی اصلاح کی طرف فوری طور پر متوجہ ہو جائیں اور مملکت خداداد کلمہ طیبہ کے نظام کے نفاذ کے جس وعدے پر حاصل کی تھی اس وعدے کو نبھاتے ہوئے اور رسول اکرم ﷺ سے وفاداری کرتے ہوئے فوری طور پر ملک میں دین حق کے نفاذ کی جدوجہد میں اپنی صلاحیتیں کھپا دیں۔

؎ شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

ہم سب کرپٹ ہیں......!!

ڈاکٹر محمد عارف احسان★
(فیصل آباد ـــ برطانیہ)

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو تناسب وحکمت اور ربط وہم آہنگی کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ ہر شخص دنیوی آسائشوں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا حقدار ہے اور ہر کسی کی ذمّہ داری ہے کہ معاملات کے وسیع تر تناظر میں اپنے فرائض و واجبات سے عہدہ برآ ہو، تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حقوق کے اعتبار سے ہر کوئی برابر ہے یا لوگوں کی ذمہ داریوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ جو رتبہ والد کا ہے وہ بیٹے کا نہیں اور جو حقوق بیوی کے ہیں، ہمسایہ ان کا استحقاق نہیں رکھتا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسانی معاشرے کی بنیادیں درجہ بندی پر استوار ہیں۔ یہاں ہر کسی کا مقام واضح، کردار متعیّن اور ضروریات گوناگوں ہیں۔ عدل وانصاف یہ نہیں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے یا لوگوں کو ہر معاملے میں ایک ہی لاٹھی سے ہانکا جائے بلکہ عدل وانصاف یہ ہے کہ تمام امور ومعاملات میں افرادِ معاشرہ کی مختلف حاجتوں اور کیفیتوں کو مدنظر رکھا جائے اور ہر شخص کو اس کے ذاتی حالات اور سماجی مرتبے کے مطابق وہ چیز فراہم کی جائے جس کا وہ مستحق ہے۔

ایسا معاشرہ قابل رشک ہے جہاں ناداروں کی دادرسی ہو اور بے کسوں کو اپنا حق

★ یہ تحریر ہمیں ملک احسان الٰہی صاحب (امیر حلقہ فیصل آباد) کی وساطت سے موصول ہوئی ہے۔

ملے۔اس کے برعکس جہاں غریبوں کوان کی لاتعداد ضرورتوں کے باوجود امیروں کے ساتھ ایک ہی ترازو میں تولا جائے،لوگ قارون کی طرح دولت کے رسیا ہوں اور فاقہ زدہ حالوں کے فقرو فاقہ پر ذاتی مفادات کو ترجیح دی جائے تو ایسا نظام بلاریب ملامت زدہ اور اس میں موجود مفاد پرست عناصر بےحس و بےمروّت ہیں۔

جب پاکستان میں آٹے اور چینی وغیرہ کی بہتات ہوتی ہے اور ارزانی کی وجہ سے غریب غربا انہیں بآسانی خرید سکتے ہیں تو آپ نے دیکھا ہے لوگ کیا کرتے ہیں؟ منافع خور مصنوعی قلّت پیدا کرنے کے لیے ان چیزوں کی ذخیرہ اندوزی شروع کردیتے ہیں چنانچہ قیمتیں بڑھتی ہیں اور یہ چیزیں مفلس ومتوسط لوگوں کی قوت خرید سے باہر نکل جاتی ہیں۔

پٹرولیم مصنوعات کے حالیہ بحران کو دیکھیں۔حکومت نے قیمتیں کم کی تو طاقتور کارٹلز (CARTELS) نے مقررہ نرخوں پر تیل کی فروخت بند کردی۔لوگوں کے معمولات متأثر ہوتے ہیں تو ہوں،عوام الناس کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا ہے تو ہو،غریبوں کی زندگی اجیرن ہوتی ہے تو ہو،ان مافیاز کو کوئی احساس،لحاظ یا مروّت نہیں۔

المیہ یہ ہے کہ دوسروں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اُٹھانا صرف منظّم گروہوں ہی کی واردات نہیں۔اس گنگا میں بدقسمتی سے جس کا بھی بس چلتا ہے وہ نہانے سے نہیں کتراتا۔پاکستان میں کرونا وائرس سے متأثر ہونے والے افراد کے لیے آکسیجن کی مانگ زیادہ ہوئی تو بیچنے والوں سلنڈر کے داموں کو کئی گنا مہنگا کردیا۔جو دوائیں وائرس کے علاج معالجے کے لیے کارگر ثابت ہورہی تھی،مفاد پرستوں نے انہیں بلیک مارکیٹ میں فروخت کرنا شروع کردیا۔ڈاکٹروں نے اپیل کی کہ وائرس سے صحت یاب ہونے والے لوگ اپنا پلازمہ عطیہ کریں تاکہ دیگر متأثرین کا بہتر انداز میں علاج کیا جاسکے،تندرست ہونے والے نے اپنے پلازما کی بولی بڑھادی۔

اگر آپ کا خیال ہے کہ اس حرص وہوس اور خودغرضی کا مظاہرہ ہم صرف پاکستان ہی میں کرتے ہیں تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ بات درست نہیں۔میں برطانیہ میں کئی برسوں سے مقیم ہوں۔یہاں ہر سال مارکیٹوں میں رمضان المبارک کے دوران میں مسلمانوں کی سہولت کے لیے اشیائے صرف کی قیمتوں میں نمایاں کمی کردی جاتی ہے لیکن جو سپر سٹورز پاکستانیوں کی

زیرملکیت ہیں ان میں چیزوں کی قیمتیں جوں کی توں رہتی ہیں یا انھیں بڑھا دیا جاتا ہے۔

آپ نے کبھی سوچا ہے،ہم اتنے مطلبی کیوں ہیں؟ ہم جائز و ناجائز ذرائع سے دولت حاصل کرنے کی تاک میں کیوں رہتے ہیں؟ ہم اپنے آرام وسکون کی خاطر دوسروں کے حقوق کیوں پامال کرتے ہیں؟ فرض کریں آپ کے گھر میں مال وزر کی ریل پیل ہے۔ دیواروں پر یاقوت آویزاں اور چھتوں پر طلائی نقش ونگار ہیں۔ آپ کا لباس بیش بہا اور عطر مسحور کن ہے۔ کیا میں مبارکباد دوں کہ اب آپ اپنی دولت کے بل بوتے پر ہمیشہ زندہ رہیں گے؟ یا اب کوئی شے آپ کو گزند نہیں پہنچا سکے گی؟ یا آپ کے خزینوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو راضی کر لیا ہے اور اب آپ کا جنت میں داخلہ یقینی ہے؟

سلطان صلاح الدین ایوبی کی قلمرو میں مصر، شام، یمن، حجاز، عراق، اردن، لبنان، لیبیا، فلسطین، سوڈان اور ترکی شامل تھے۔ اس کے باوجود درویش صفت پادشاہ دنیا سے رخصت ہوا تو ترکہ میں محض ایک دینار اور 47 درہم (لگ بھگ 56,000 پاکستانی روپے) چھوڑے۔

آپ کسی ذخیرہ اندوز سے پوچھیں کہ لوگوں کا جینا دوبھر کیوں کرتے ہو۔ وہ کہے گا: ''اب یہی دستور ہے۔'' اپنے خون کا بھاؤ کرنے والے سے سوال کریں: ''کیا یہ انسانیت ہے؟'' وہ حالات کی تنگی اور زمانے کی سختی کا گلہ کرے گا۔ اہل علم سے ادب کے ساتھ استفسار کریں کہ منبر و محراب کی تعمیر کے لیے حرام یا مشتبہ مال قبول کرنا کیسے جائز ہے؟ وہ انتہائی غور وفکر کے بعد جواب دیں گے: ''چندے کو رد کرنا شریعت کے اصولوں سے متصادم ہے''۔

میں آپ کو ایک زاہد کا قصہ سناتا ہوں جو ظاہر میں عبادت گزار و فاقہ کش لیکن باطنی طور پر دولت کا پجاری تھا۔ اس نے ایک مرتبہ اپنے دور کے ظالم حکمران کو وعظ ونصیحت کی۔ حکمران نے کچھ رقم زاہد کو دی جو اس نے بلاتوقف قبول کر لی۔ ظالم فرمانروا بولا: ''حضرت! ہم سب شکاری ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ہر کسی کا جال مختلف ہے''۔ شکاری کو آج جدید زبان میں کرپٹ کہتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ عام فہم لفظ بدمعاش (ایسا سفید پوش شخص جس کی معاش یعنی پیسہ کمانے اور خرچ کرنے کا طریقہ اسلام کے مطابق نہ ہو) ہیں۔

تبصرہ و تعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم کی 4 نئی کتب

ناشر: مثال پبلشرز رحیم سینٹر، امین پور بازار فیصل آباد

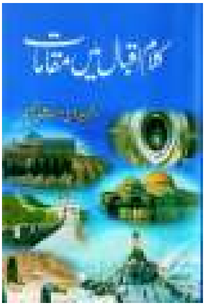

1 کلامِ اقبال میں مقامات

زیرِ تبصرہ کتاب صاحب تصنیف کی کرونا سیزن میں وقت کے بامقصد استعمال کا زندہ ثبوت ہے۔ صاحب تالیف تحریر فرماتے ہیں: ''اقبال جہاں جہاں گئے وہاں کی اہم جگہیں لفظوں میں پرولائے۔ مقامات مقدسہ ہوں یا سمندروں، دریاؤں کی روانی۔ مزارات ہوں یا خانقاہوں کے شب وروز، برف سے ڈھکے پہاڑ ہوں یا کوہ ہمالیہ کے سلسلے۔ الغرض اقبال نے جو اہم جگہ دیکھی اسے لفظوں کے سانچے میں ڈھال لیا۔ اقبال کے ہاں تجسیم نگاری کا فن بہت نمایاں ہے۔ انھوں نے جذبوں کو زبان دے کر انسان کی تربیت کی ہے''۔

زیرِ تبصرہ تالیف سے قبل انجینئر چودھری عنایت علی کی کتاب 'اسفارِ اقبال' میں بھی ان مقامات کا تذکرہ موجود ہے مگر کلام اقبال کی پہنائیوں میں محفوظ تمام مقامات کے بارے معلومات کا زیرِ تبصرہ کتاب ہی مستند ماخذ قرار پائے گا۔ گو اس تالیف میں مقامات کا تذکرہ تو ہے مگر نقشہ جات سے عاری، دورِ حاضر میں google earth جیسے مددگار الیکٹرونی ذرائع ہیں، تو بہتر ہوتا کہ ان ذرائع کی مدد سے اسے نقشہ جات سے بھی مزین کر دیا جاتا تو قارئین کے لیے مطالعہ کے

ساتھ ساتھ ایک گائیڈ بک کا درجہ بھی اختیار کر لیتی۔ کتب خانوں کے لئے ناگزیر اور اقبال شناسوں کے لیے ایک نادر تصنیف ہے۔ (قیمت: 1500۔ صفحات: 352)

2 دُرِّ نایاب

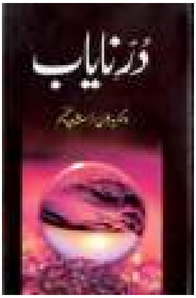

زیر تبصرہ مصنف کی 117 ویں کتاب اور کرونا لاک ڈاؤن کے دوران لکھی گئی 124 متنوع عناوین پر مشتمل ایسی تخلیق ہے جو ادبی حلقوں میں حیرت زا اور قبولیت میں اسم بامسمّٰی ثابت ہوگی۔ اقوال زریں اور طنز و مزاح سے بھرپور ابواب کے ساتھ ساتھ اس میں ادبی و اسلامی اور سائنسی و علمی مضامین بھی شامل ہیں۔ مشمولات میں ابتدائی قرآنیات، سیرت النبی ﷺ، خلفاء راشدین، ہمارا نشانِ منزل ریاست مدینہ، اقبالیات، حضرت نعمت اللہ شاہ ولی کی پیشگوئیاں، زید حامد کے دل دہلا دینے والے خوفناک انکشافات اور کرونا وائرس آگاہی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ معلوماتی اور طنزیہ عناوین بھی آپ کے حسن وذوق کی علامت ہیں۔

ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم صاحب سکاؤٹنگ، سول ڈیفنس اور جانباز فورس جیسے جملہ کورسز کے باوصف اردو لسانیات، اسلامیات، اقبالیات، پاکستانیات اور علم و ادب ایسے موضوعات پر بیسیوں تخلیقات کی وجہ سے نہ صرف سرگودھا کی ایک معروف شخصیت بلکہ شاہینوں کے شہر سرگودھا کی پہچان بن چکے ہیں۔ کتاب کی اہمیت خود یوں تحریر فرماتے ہیں: ''کتابیں ہتھیاروں سے کہیں زیادہ قوت و توانائی رکھتی ہیں۔ جس گھر میں کتاب سے محبت نظر آئے تو اسے تاج محل سے کہیں زیادہ اہم سمجھا جائے لیکن جو گھر کتاب سے خالی نظر آئے وہ اجڑے ہوئے صحراء کی مانند ہوتا ہے۔' اور عملی طور پر گھر گھر کتاب پہنچانے کا عزم رکھتے ہیں۔

صاحب تصنیف کرونا وائرس کے حوالے سے اپنے جذبات کا اس انداز سے اظہار کرتے ہیں:

کوئی تو جرم تھا جس میں سبھی ملوّث ہیں　　　تبھی تو ہر شخص منہ چھپائے پھرتا ہے

زیر تبصرہ کتاب عوامی ادب (POPULAR LITERATURE) کا نادر تحفہ ہے اور کتب خانوں کی زینت اور عامۃ الناس کے لیے ایک معلوماتی تصنیف ہے۔ (قیمت: 1000، صفحات: 296)

3 پیوند خاک.... ادبی ستارے

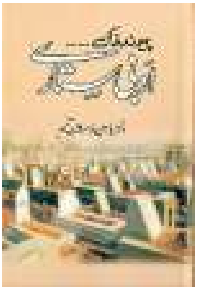

زیر تبصرہ کتاب آسمانِ ادب کے تابندہ پاکستانی ستاروں کی سوانحی تالیف ہے جواب ہمارے درمیان نہیں ہیں۔ان شخصیات میں وہ ہستیاں بھی شامل ہیں جو مصنف کی شخصیت کی تعمیر و تربیت کا باعث بنی ہیں۔اس قابل قدر کتاب میں بلاتفریق مذہبی، دینی، ادبی شخصیات شامل ہیں پھر آسمان اردوادب کے قومی و عالمی ستارے یعنی شاعر، ادیب، نقاد، لازوال مصنّفین بھی اس کتاب کی زینت ہیں۔زیر تبصرہ سوانحی ادب کا نادر تذکرہ بھی اسی طویل سوانحی سلسلہ ادب کی ایک ارتقائی کڑی، کتب خانوں کی زینت اورادب پرور طبقہ کے لیے ایک نادر تصنیف ہے۔

(قیمت:1000۔صفحات:240)

4 آسودۂ خاک! انمول ہستیاں

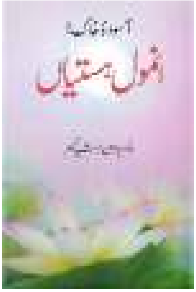

زیر تبصرہ سوانح ادب کی نادر تالیف سماجی، سیاسی اور باصلاحیت معروف 28 شخصیات کے تذکار پر مشتمل ہے۔کتاب کے صفحہ نمبر 10 پرصاحب تالیف تحریر کرتے ہیں: ’’اس کتاب میں وہی انمول ہستیاں موجود ہیں جن سے میں نے جینے کا حوصلہ سیکھا۔ کئی شخصیات کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں، اس کتاب کے مطالعہ سے آپ ان شخصیات کے کارناموں سے نہ صرف فیضیاب ہوسکتے ہیں بلکہ اپنی زندگی کے لیے درخشاں راہوں کا انتخاب بھی کرسکتے ہیں‘‘۔ اردوادب میں تذکرہ نگاری کا بڑا مقصد ادب کے شہ پاروں کے ساتھ ساتھ ان کے تخلیق کاروں کے حالاتِ زندگی کو بھی یکجا کرنا ہے تاکہ اس سرمایہ ادب سے نسل نو سوانح نگاری کے تحقیقی اسالیب سے پوری طرح آگاہ رہے۔ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم صاحب بھی اسی پُرپیچ راہ کے کامیاب صاحب قلم ہیں۔مصنف کی دیگر سوانحی تالیفات کی فہرست کتب (بیادِ رفتگان) بشمول فہرست عناوین بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔قارئین کے لیے معلومات افزا حوالہ جاتی کتاب اور کتب خانوں کے لیے ناگزیر تحفہ ہے۔(قیمت:1000۔صفحات:204)

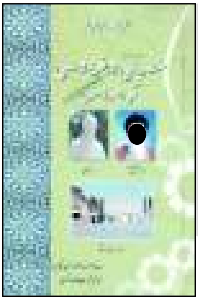

5 خمینی و فردوسی کی سرزمین   سفرنامہ ایران

تالیف: ڈاکٹر انوار بگوی، خانم فرحت بگوی

ناشر: شاہکار بک فاؤنڈیشن، 35۔بی، اقبال ایونیو لاہور

زیر تبصرہ کتاب ہمارے پڑوسی ملک ایران کا سفر نامہ ہے، اردو ادب میں سفر نامہ ایک منفرد ادبی صنف کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ سفر نامہ دراصل ایک علاقائی معاشرتی تجزیہ یا آپ بیتی کی ایک شکل ہوا کرتا ہے۔

زیر تبصرہ سفر نامہ ایران میں ایران کے اہم مقامات خصوصاً مساجد، عجائب گھر، تاریخی و سیاسی عمارات اور مشہور مقامات کا جہاں معتدل ذکر ہے وہاں ایران کے شیعہ مسلک کا بغور جائزہ اور تجزیہ بھی شامل ہے۔ ایرانی معاشرہ کی تمام جہات کا یعنی سیاسی، تہذیبی اور مذہبی زندگی کا گہرائی سے مطالعہ اور پھر ان مشاہدات کا دلفریب تذکرہ اس سفر نامہ کے امتیازی اوصاف ہیں۔ صاحبانِ تصنیف کے شگفتہ قلم کی شگفتگی، اندازِ بیان میں تازگی اور بلاکم و کاست واقعات تحریر کر دینا بھی واقعاتِ سفر کی ندرت ہے، جو اس سفر نامہ کی نمایاں خوبیاں ہیں۔ کتاب تصاویر پر بھی مشتمل ہے اور ایران کے تمام اہم مقامات کا احاطہ کرتی ہے اور رہنمائی کے لیے نقشہ ایران بھی شامل ہے۔ زیر تبصرہ کتاب بھی کتب خانوں کی زینت اور ایرانی عازمین سفر کے لیے ایک معلوماتی تصنیف ہے۔ (قیمت: 300۔ صفحات: 192) (042-5945429)

There is a Soul deep inside your soul
search for that Soul.
There is a jewel in the
mountain of your flesh go and
find the mine of that jewel.
O wandering Sufi,
Search if you can but
not somewhere outside
look for at inside yourself.

قائدِ اعظمؒ نے فرمایا:

یومِ آزادی
14/اگست

1

قائداعظم محمد علی جناح نے 11/اکتوبر 1947ء کو کراچی میں سول اور افواجِ پاکستان (ملٹری، نیوی اور ائرفورس) سے خطاب میں فرمایا:

"God has given us a grand opportunity to show our worth as architects of a new State; let it not be said that we did not prove equal to the task".

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان میں (جنوبی ایشیا کے) مسلمانوں کی ایک قومی تعمیر کا عظیم موقع دیا ہے (خلافت راشدہ کا نظام لانا ہے۔ جیسے ڈاکٹر ریاض علی شاہ کا واقعہ) اس کے لیے ہمیں ازحد محنت کرنا ہوگی۔ کہیں مستقبل کا مؤرّخ یہ نہ لکھے کہ ہم اس عظیم کام کے اہل ثابت نہ ہوسکے"۔

(پاکستان کی پون صدی کی تاریخ کیا بتا رہی ہے۔ ہر ذی شعور مسلم نوجوان کے لیے لمحۂ فکریہ ہے)

2

قائدِاعظم محمد علی جناح نے اسلامیہ کالج لاہور

میں مسلمان خواتین کے ایک اجلاس میں فرمایا:

"If we do not succeed in our struggle for Pakistan, the very trace of Muslims and Islam will be obliterated from the face of India"

''اگر ہم پاکستان کے حصول کی کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے تو ہندوستان سے مسلمانوں اور اسلام کا نام ونشان مٹ جائے گا''۔ (سول اینڈ ملٹری گزٹ، 18 جنوری 1946ء)

3

اپنی وفات (بتاریخ 11 ستمبر 1948ء) سے دو تین دن پہلے

پروفیسر ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے فرمایا:

''تم جانتے ہو کہ جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے! یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہیں کرسکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے''۔ (روزنامہ جنگ 11 ستمبر 1988ء)

Vol 14
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
AUGUST 2020
No 08

الحمدُ للہ

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

کی مطبوعات

خیریت تعلّم و تعلیم قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں	16/-
جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال (1910ء۔2010ء)	240/-
یاجوج ماجوج؟	220/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ اوّل)	120/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ دوم)	130/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (حصّہ سوم)	120/-
21 اسلامی انقلابی شخصیّات (مکمّل)	380/-
صہیونیّت قرآن مجید کے آئینے میں	425/-
10 علاماتِ قیامت حدیث مبارکہ کی وضاحت	165/-
اُمت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیلِ نو میں اہل قلم کا رول	50/-
درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں؟	120/-
تعمیر سیرت و کردار	450/-
قرآن مجید کے حقوق	40/-
بھارت اور پاکستان کے مابین مذہبی، سیاسی اور نفسیاتی کشاکش کا انجام؟	65/-
بصری مشاہدہ و نظری حقیقت	170/-